



غیر مسلم تہوار

بے حیائی کا بازار

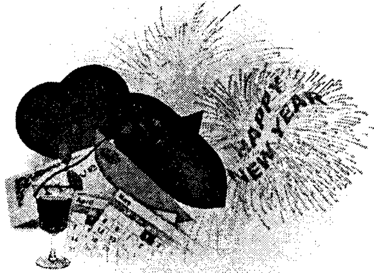
تفضیل احمد ضیغم ایم اے

فاضل جامعة الدعوة الاسلامية



غیر مسلم تہوار

بے حیائی کا بازار



تالیف

تفضیل احمد ضیغم ایم اے

فاضل جامعۃ الدعوۃ الاسلامیۃ



Dar-ul-Andlus

دارالاندلس ® اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز

۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور، پاکستان

Ph: 92-42-7230549
Fax: 92-42-7242639
www.dar-ul-andlus.com

نام کتاب

غیر مسلم تہوار

بے حیائی کا بازار

تالیف

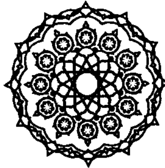
تفضیل احمد ضیغم ایم اے

فاضل جامعة الدعوة الاسلامية

اشاعت اوّل...مارچ 2006ء

ناشر...دارالاندلس

قیمت...



پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

دارالاندلس ® اسلام کی نشرو اشاعت کا عالمی مرکز

۴-لیک روڈ، چوبرجی لاہور، پاکستان

Ph: 92-42-7230549 Fax: 92-42-7242639 www.dar-ul-andlus.com

غیر مسلم تہوار





مسنون خطبہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

"بلاشبہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ ہم اسی کی تعریف کرتے، اسی سے مدد مانگتے اور اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ دھتکار دے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

"حمد وصلوٰۃ کے بعد! یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ کی کتاب اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام امور میں سے برے کام (دین میں) خود ساختہ (بدعت والے) کام ہیں، ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔"

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ○ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں اس حال میں موت آئے کہ تم مسلمان ہو۔ لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، (پھر) اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلا دیا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے (بچو)۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔ اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور سیدھی (سچی اور کھری) بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، یقیناً اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔''



① ((مسلم' الجمعة' بابا تخفيف الصلوة و الخطبة' حديث ٨٦٨ و ٨٦٧۔ والنسائی' ٣٢٧٨))

② ((رواه الاربعة واحمد والدارمی و روی البغوی فی شرح السنة مشكوٰة مع تعليقات الابانی' النكاح' باب اعلان النكاح...... وقال الالبانی حديث صحيح۔))

تنبیہات:

- صحیح مسلم، سنن نسائی اور مسند احمد میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں خطبہ کا آغاز ((ان الحمدلله)) سے ہے لہٰذا ((الحمدلله)) کی بجائے ((ان الحمدلله)) کہنا چاہیے۔
- یہاں ((نومن به ونتوكل عليه)) کے الفاظ صحیح احادیث میں موجود نہیں ہیں۔
- یہ خطبہ نکاح' جمعہ اور عام وعظ و ارشاد یا درس و تدریس کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ اسی خطبہ حاجت کہتے ہیں اسے پڑھ کر آدمی اپنی حاجت و ضرورت بیان کرے۔

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ۔

ارشادربانی ہے:

﴿ وَ لَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَ ھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴾ [البقرۃ : ۱۲۰]

''آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری امت اپنے سے پہلی امتوں کی چال نہ چلے گی، بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا فارس اور روم کی سی

چال؟ تو آپ نے فرمایا: ''ان کے سوا اور ہیں کون؟''

[صحیح بخاری، کتاب الاعتصام : ۷۳۱۹]

زیر نظر کتابچہ ''غیر مسلم تہوار'' جسے ہمارے محترم بھائی مولانا تفضیل احمد ضیغم حفظہ اللہ نے ترتیب دیا ہے اس میں مدلل انداز میں ایسے تہواروں کا رد کیا گیا ہے جو یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں کے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور آج مسلمانوں نے انھیں اختیار کر لیا ہے اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور کفر و الحاد سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد سیف اللہ خالد

مدیر : ''دارالاندلس''

۱٤ صفر ۱٤۲۷ھ

بمطابق ۱۵ مارچ ۲۰۰۶ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشکِ

یہود و ہنود ازل سے ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بُنتے رہے ہیں ہر دور میں ان کی ریشہ دوانیاں معمول کے مطابق جاری رہیں کبھی انہوں نے علی الاعلان اسلام کو زک پہنچائی تو کبھی آستین کا سانپ بن کر وقت آنے پر یہ نہ صرف دوستانہ تعلقات توڑ لیتے ہیں بلکہ دشمن کی پیٹھ بھی ٹھونکتے ہیں یہود و ہنود ہوں یا عیسائی اسلام کو مٹانے کے لئے یہ ایک ہو جاتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ یہ المیہ کہیے کہ ان کی نظریں مغربی تہذیب و تمدن کی جانب بڑے مرغوبانہ انداز میں اٹھتی ہیں اور یوں وہ مغربی گندگی اور بے حیائی سے اپنے دامن کو داغدار کرتے رہتے ہیں پھر اس گندگی سے اڑنے والے چھینٹے معاشرہ کے دیگر افراد کو بھی اپنے حصار میں لینے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح گھر کے افراد ہی اغیار کے اشاروں پر رقص کرتے ہوئے معاشرے کو متعفن بنانے میں خوب کردار ادا کرتے ہیں جس کا اجتماعی نظارہ خصوصاً مغربی تہواروں پر دیکھنے میں آتا ہے حالانکہ ماضی قریب میں مسلم افراد نے جن لوگوں کو قوم کا مفکر اور لیڈر ہونے کے خطاب سے نوازا انہوں نے زندگی بھر کے حاصل سے یہ نچوڑ نکالا کہ غیر مسلم قومیں مسلمانوں کے حق میں کبھی بہتر نہیں سوچ سکتیں جیسے سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:۔

> ''میں نے پوری دنیا کی تاریخ پر غور کیا مجھے تاریخ انسانیت میں اللہ رسول ﷺ اور امت رسول ﷺ اور پوری دنیا کے سچے مسلمانوں کا فرنگی سے بڑھ کر اور اس سے بدتر کوئی اور دشمن نظر نہیں آیا یہ یا اس کا کوئی دوست غلاف کعبہ کا

لباس پہن کر، یا آب زمزم سے وضو یا چوبیں گھنٹے غسل کر کے بھی تمہارے سامنے آئے اگر تم میرے بیٹے ہو تو قیامت تک اس کا اعتبار نہ کرنا۔''

اور شورش کاشمیری نے ایک انٹرویو میں کہا تھا:۔

''میں سمجھتا ہوں کہ بچھو اور سانپ سے دوستی قائم کی جا سکتی ہے لیکن انگریز کے ساتھ دوستی کا تصور بھی میرے لئے نا قابل برداشت ہے میں انگریز کو ہر محاذ پر شکست دینے کا متمنی رہتا ہوں اگر کوئی بین الاقوامی تحریک انگریز کے خلاف چلے تو میں اس میں تن من دھن سے شریک ہوں گا یہ ٹھیک ہے کہ یہ جذبہ انتہاء پسندانہ ہے لیکن میں ایسا کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔''

ذرا ایک لمحہ سوچئے! کیا یہ یہودی وہی نہیں جنہوں نے پیغمبر کائنات ﷺ کو زہر دے کر ہلاک کرنے کی ناپاک کوشش کی جو آخر وقت تک مدینہ میں غیر مسلم قوتوں سے گٹھ جوڑ کرتے رہے جن کی دشمنیوں، نفرتوں گندی سوچ اور منفی جذبات سے تنگ آ کے آنحضرت ﷺ نے انہیں خیبر سے جلا وطن کر دیا تھا جنہوں نے عبداللہ بن سبا کا روپ بھر کے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالی آپس میں ہی تلواروں کو بے نیام کروایا اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو بکھیر کے رکھ دیا جس سے کھلنے والا فتنوں کا دروازہ آج تک بند نہیں ہوا۔

اور سوچئے! کیا یہ عیسائی وہی نہیں جنہوں نے اندلس سے مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کا خاتمہ کر کے ان کی عزت وعظمت کو چھین لیا اور ان سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جنہوں نے مساجد کو گھوڑے باندھنے کے لئے استعمال کیا اور غرناطہ کے بازاروں میں قرآن پاک کے ڈھیروں کو آگ لگائی جنہوں نے ہندوستان سے مسلمانوں کی ساڑھے تین سو سالہ حکومت کو ختم کیا اور بہادر شاہ ظفر کے بیٹوں کو قتل کر کے ان کے خون سے چلو بھر کے پیا کہ ان کا انتقام ٹھنڈا ہو جائے جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے الزام میں عام بے گناہ مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال کر

درختوں پر سرعام پھانسی دی جنہوں نے علماء کو جلاوطن کیا اور ہندوستان میں سلطان ٹیپو شہید کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا جنہوں نے جلیانوالہ باغ میں مسلمانوں پر فائرنگ کر کے انہیں ناحق قتل کیا اور جاتے ہوئے مسلم اکثریت کا علاقہ کشمیر بھی ہندوؤں کی جھولی میں ڈال گئے جو آج تک مسلمانوں کے سینے کا زخم بنا ہوا ہے۔

ذرا سوچئے! کیا یہ ہندو وہی نہیں جو مسلمان کو ملیچھ اور ناپاک کہتے ہوئے اس کے سائے سے بھی بچتا ہے جس کے نزدیک مسلمان کا جھوٹا ناپاک ہے جنہوں نے پاکستان کی جانب ہجرت کے وقت مسلمانوں کی املاک پر قبضہ کیا مسلمان عورتوں کی چھاتیوں سے دودھ پیتے بچے چھین کر نیزوں کی انیوں پر رکھے اور عورتوں کی عزتوں سے کھیلا جنہوں نے مہاجر کیمپوں میں پینے کے پانی میں زہر ملا کر اپنی نفرت کا اظہار کیا جنہوں نے پاکستان بننے کے بعد دریاؤں کا پانی بند کر کے زمینوں کو بنجر کرنا چاہا اور پاکستان کو ختم کرنے کے لئے رات کی تاریکی میں اس پر حملے کا منصوبہ تیار کیا وہ ہندو جو آج کشمیری بہن کے سر سے دوپٹہ کھینچ کر یوں نعرہ زن ہوتا ہے بلاؤ محمد بن قاسم کو آج کہاں ہے؟......

گویا کہ کفر کی تاریخ ہی اسلام دشمنی کی داستان ہے اور کفر کا منشور ہی اسلام کو مٹانا ہے خواہ اسے طاقت وقوت سے مٹایا جائے یا اسلامی روایات و اقدار کو ختم کر کے سینوں میں مغربی انداز و اطوار کو بھرا جائے بالفاظ دیگر اس وقت اسلام اور کفر میں دو طرح کی جنگ جاری ہے ایک قوت و اسلحہ کی جنگ اور دوسری نظریاتی جنگ اور نظریاتی جنگ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی رسومات اور تماش بینیوں کا اس قدر دلدادہ بنا دو کہ ان کا نام تو مسلمان رہے لیکن شکل وصورت طرز زندگی اور طرز فکر مغربانہ ہو جائے وہ مغربانہ انداز میں سوچیں مغربانہ رنگ میں بولیں ان کی تقریبات ہماری ہی زندگی کی عکاس ہوں تا کہ ہمیں یہ کہنے میں آسانی ہو جائے۔

وضع میں تم ہو نصاری تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں کہ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اور آج ڈش، کیبل، وی سی آر ہندووانہ رسومات، مغربی تہوار اور ذرائع ابلاغ کے مجموعی کردار کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ شاید ہم نظریاتی جنگ ہار رہے ہیں اپنے ہاتھوں سے ہم اسلامی شعور کا گلا دبا رہے ہیں، اور جدید سوسائٹی کا فرد کہلانے کے شوق میں مغربیت ہم میں پروان چڑھ رہی ہے ذرا دیکھنا.......... یہ جدت پسندی کہیں ہمیں بے غیرتی کے گڑھے میں نہ گرا دے اور ہمارا رشتہ وتعلق اسلام سے منقطع نہ کر دے وائے ناکامی کہ ہم مغرب سے ان چیزوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنی حیات میں داخل کر رہے ہیں جن کا تعلق بے حیائی اور گندگی سے ہے اور ان آلائشوں سے دامن داغدار کر کے بجائے اس پہ نادم و شرمسار ہونے کے اسے روشن خیالی سمجھ رہے ہیں ہاں آج بے غیرتی کا نام غیرت مندی رکھ دیا گیا ذلت و رسوائی کو عزت و وقار سمجھا جانے لگا غلاظت کی پوٹ کو روشن طرز حیات کے اصولوں کا نام دے دیا گیا حالانکہ مسلمانوں کے پاس تہذیب و تمدن کے ایسے روشن اور درخشندہ نمونے موجود ہیں جن کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے لیکن

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ پھیلا دیئے سائے ہم نے

اور مغرب کی نقالی میں ان کے تہواروں کو بھی منانا شروع کر دیا حالانکہ جتنا بے حیائی کا مظاہرہ ان تہواروں میں ہوتا ہے مسلمان اگر گریبان میں منہ ڈال کر سوچے تو اس کی نگاہیں مارے شرمندگی کے زمین میں گڑھ جائیں لیکن شاید ضمیر سو چکے جبھی تو اس کا احساس نہیں ہوتا اگر یہی حالت رہی تو بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔

یہ کچھ دن کی بات ہے اے مردِ ہوش مند
غیرت نہ تجھ میں ہو گی نہ زن اوٹ چاہے گی

اگر ان مغربی اور ہندووانہ تہواروں کی تاریخ کو دیکھیں کہ ان کا آغاز کن حادثوں اور المیوں سے ہوتا ہے تو ایک مسلمان ذہن بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے آج ان مغربی تہواروں نے ہمارے ہاتھوں سے تلوار چھین کر ان میں ساز و مزامیر پکڑا دیئے مسلم نوجوانوں کے جسم جہادی ٹریننگ کی بجائے طبل کی آواز پر تھرکنے لگے انگلیاں رباب کی تاروں سے کھیلنے لگیں اور جب کسی قوم سے جذبہ جہاد مفقود ہو جائے اس کی شامیں رنگین ہونے لگیں اور دن میخانوں میں بسر ہوں تو وہ قوم تباہی کے دھانے پر پہنچ جاتی ہے اور یہ مغربی اور ہندوانہ تہوار آہستہ آہستہ بھولے نوجوانوں کو اسی تباہی کی جانب لے جا رہے ہیں۔ اس دردناک صورتحال کو دیکھ کر میں نے مغربی اور ہندووانہ تہوار کا تاریک پس منظر آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اللہ رحیم و کریم سے دعا ہے کہ اس مختصر سے کتابچہ کو اصلاح معاشرہ میں مدد و معاون بنائے۔

تفضیل احمد ضیغم



بسنت بہار بے حیائی کا بازار

عقائد ونظریات کے علاوہ جس چیز سے کوئی قوم دوسری قوم سے جداگانہ حیثیت اور امتیازی شان کو برقرار رکھ سکتی ہے وہ اس کی تہذیب و ثقافت اور طرز تمدن ہے عقائد اور تہذیب کا آپس میں گہرا رشتہ ہے ان میں سے کسی ایک سے قوم ہاتھ دھو بیٹھے تو اس کی امتیازی شان ختم ہو جاتی ہے عقائد ونظریات کی بنیادوں پر تہذیب و ثقافت کی عمارت کھڑی ہوتی ہے اگر کوئی قوم اپنی تہذیب کو چھوڑ کے دوسروں کے طرز حیات اور رہن سہن کے طریقوں کو اپنا لے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس محض عقیدہ ہی ہے زبانی دعوے ہیں عمل کچھ نہیں لوگ اسے اسی قوم کا فرد سمجھیں گے جس کے طور طریقوں کو اس نے اختیار کرلیا ہے مثال کے طور پر اگر کوئی ہندو مسلمانوں کی مسجد میں نماز پڑھے روزے رکھے لباس مسلمانوں جیسا پہنے اس کے اٹھنے بیٹھنے کا انداز مسلمانوں جیسا ہو تو لوگ اسے مسلمان ہی سمجھیں گے بالکل اسی طرح اگر کوئی مسلمان ہندووانہ طرز حیات کو اختیار کرلے ان کی تقریبات منائے تو اسے بھی یہی سمجھا جائے گا کہ یہ عقیدۃً تو مسلمان ہے لیکن عملاً ہندو ہے اور تف ہے آج ہماری مسلمانیت پر کہ ہندو نے تو اسلام کے ساتھ اپنی نفرت کو برقرار رکھا انہوں نے مسلمان کو ناپاک قرار دیا کہ یہ ملیچھ ہے اس کا جھوٹا کھانا پینا حرام ہے اگر اس کا سایہ کسی ہندو پر پڑ جائے تو وہ پلید ہو جاتا ہے مگر کفر کے ساتھ اسلام کی جو عداوت ہونی چاہئے تھی مسلمان اسے قائم نہیں

رکھ سکے چاہیے تو تھا کہ وہ کفر کی رسوم سے دلی نفرت رکھتے اس سے سرعام بیزاری کا اظہار کرتے آج یہ بتانے کی ضرورت نہیں رہی کہ بسنت ہندووانہ رسم ہے لیکن جب اس کے خلاف کچھ شرفاء نے زبان کھولی تو اخبارات پر دانشوروں نے بسنت رسم کے حق میں دلائل دینے شروع کر دیئے مثلاً اس سے سینکڑوں لوگوں کا کاروبار وابستہ ہے وہ اس ذریعہ سے روزی حاصل کرتے ہیں ڈور لگانے والے مانجھا لگانے اور ڈور کی پنی لگانے والے پتنگیں تیار کرنے والے غرضیکہ کتنے ہی لوگوں کا اس سے روزگار وابستہ ہے۔

ان عقل کے اندھوں سے کوئی ذرا سوال تو کرے اگر روزی بننے والی ہر چیز جائز ہے تو پھر چکلوں کو بری نظر سے کیوں دیکھا جاتا ہے کیا ان سے لوگوں کا روزگار وابستہ نہیں ہے مثلاً دلال بے چارے محنت کرتے ہیں کتنے ہی لوگوں کا گاہک ڈھونڈ کر لانے میں روزگار ہے پھر ہیرا منڈی کی طوائفوں کا بناؤ سنگار کرنے والے ان کے لئے پان سگریٹ لانے والے ان کو گاہکوں تک پہنچانے والے کیا روزی کی تلاش میں ان کوٹھوں کو مزید پھیلنا اور جاری رہنا چاہیئے؟ پھر دیکھیئے! کتنے ہی لوگوں کا روزگار شراب سے وابستہ ہے بھٹی جلانے والے کشید کرنے والے بوتلوں میں بھر کے گاہکوں تک پہنچانے والے کیا اس طرح سے شراب اب جائز ہوگئی ہے؟

پھر کہتے ہیں بسنت ایک تفریح کا دن ہے تو کیا چکلوں میں جانا اور شراب پینا تفریح نہیں ؟ان کو بری نظر سے کیوں دیکھا جاتا ہے؟ پھر کھول لو گھروں میں چکلے اور شراب کی بھٹیاں.......... جتنے نقصانات مالی، جانی اور اخلاقی اعتبار سے بسنت کے ہیں ایک پسماندہ اور مقروض قوم تو ان کا بوجھ اٹھانے کی ویسے ہی متحمل نہیں فضول خرچی اس میں سب سے زیادہ ہوتی ہے جبکہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنَ ﴾

''فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔''

لاہور سے چھپنے والے ایک جریدہ نے اس فضول خرچی کا مختصر ذکر یوں کیا ہے۔

''بسنت نائٹ تو حد ہی ہوگی سارا لاہور روشن تھا کوٹھے آباد اور مسجدیں ویران تھیں شہر میں اونچی چھتیں ایک رات کے لئے لاکھوں میں بکیں گوالمنڈی میں ایک چھت تین لاکھ روپے میں ایک رات کے لئے فروخت ہوئی پاکستان کے قومی پریس نے بھی بے حیائی کے اس مظاہرے میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری خیال کیا اور اگلے روز رنگین ایڈیشن شائع کئے گئے جن میں خواتینِ پاکستان اور مردانِ پاکستان ہندووانہ رنگ کے لباس زیب تن کئے غیر ملکی مہمانوں کے ہمراہ چھتوں پر رقصاں اور شراب میں غلطاں پتنگیں اڑا رہے تھے اس روز لاہور شہر میں شراب کے نرخ کئی گنا بڑھ گئے اور شراب کم یاب ہوگئی طوائفیں بک کر کے گھریلو خواتین کے ساتھ کوٹھوں پر کھڑی کر دی گئیں اس روز ہندو جیت گئے مسلمان ہار گئے اس روز بے حیائی اپنی فتح پر مسکرا رہی تھی۔'' [الاخوہ مارچ ۲۰۰۱ء]

غور فرمایئے ایک غریب قوم کے افراد اپنی بربادی کا جشن یوں منا رہے ہیں کہ لاکھوں روپیہ کاغذی پتنگوں پر ضائع کیا اور لاکھوں روپے چھتوں کی خرید و فروخت میں ضائع کر دیئے پھر بے شرمی اور بے حیائی کے وہ مظاہرے کئے کہ غیرت وحمیت سر پیٹ کے رہ گئی اور اس پر مستزاد یہ کہ ملک وملت کا کروڑوں روپے کا نقصان کیا۔

ایک ہندو کی زبان سے اس بربادی کو سنیئے:

''میں لاہور کے جس علاقہ میں ٹھہرا ہوا تھا وہاں سارا سارا دن بجلی کی آنکھ مچولی جاری رہی بجلی کے تاروں کا بار بار آپس میں ٹکرانا وقفے وقفے سے دھماکوں کی آوازیں لائٹ بند، پانی بند، مسجدوں میں وضو کیلئے پانی نہیں، چھتوں پر عجیب قسم کا شور۔ بار بار بجلی کے جھٹکوں سے اکثر کے ٹی وی، فریج،

موٹریں اور پنکھے وغیرہ جل گئے کوئی ایک بھی اس زیادتی کے خلاف آواز نہ اٹھا سکا ہر گھر خود اس جرم میں ملوث تھا خود واپڈا والوں کا گزشتہ سال ۳ گریڈ اسٹیشنوں میں آگ لگنے سے ۱۱ کروڑ کا نقصان ہوا۔''

[واہ رے مسلمان ،ص ۳]

شاید احساس سود و زیاں ختم ہو گیا وگرنہ کیا ایسی قوم کو اپنی بربادی کا جشن منانا زیب دیتا ہے جس کا بال بال غیر ملکی قرضوں میں جکڑا ہوا ہو اور جنہیں صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے غیر مسلم قومیں بھی متحد ہو چکی ہوں ایسے میں ہم ہندووانہ رسوم سے اپنی مالی اور افرادی قوت کا اپنے ہاتھوں گلا گھونٹ رہے ہیں کتنی ہی جانیں اس گندی رسم میں ضائع ہو جاتی ہیں چند ایک مثالیں ملاحظہ کیجئے:۔

''اس سال لاہور میں یاسر نامی ایک بچے کے گلے میں پتنگ کی ڈور پھرنے سے شہ رگ کٹ گئی اور باپ کے ہاتھوں میں ہی وہ بچہ جاں بحق ہو گیا۔''

[نوائے وقت ،فروری ۲۰۰۱ء]

''نوجوان میاں بیوی سڑک پہ موٹر سائیکل پر سوار جا رہے تھے کہ ایک پتنگ کی ڈور گلے میں پھرنے سے بیوی کی شہ رگ کٹ گئی جونہی موٹر سائیکل کنٹرول سے باہر ہوئی دونوں میاں بیوی سڑک کے درمیان میں گرے اور پیچھے سے آنے والی ایک تیز رفتار ویگن نے دونوں کا کام تمام کر دیا۔''

[واہ رے مسلمان ،ص ۴]

اس کے علاوہ چھتوں سے گرنے، فائرنگ سے ہلاک ہونے اور بھاگتے ہوئے گاڑیوں تلے کچل کر ہلاک ہونے کے بیسیوں واقعات ہمارے کانوں سے ٹکراتے اور ہماری آنکھوں کے سامنے رونما ہوتے ہیں اس کے باوجود ایک ایسی گندی رسم جس میں سوائے نقصان کے کچھ ہے ہی نہیں ہم نے اسے سینے سے لگا رکھا ہے۔

اور پھر اپنی دینی غیرت کا اندازہ کیجئے کہ بسنت کا میلہ جمعہ کے مبارک دن بپا ہوتا

ہے اگر ایک علاقہ میں خرافات کا یہ بازار ختم ہوتا ہے تو دوسرے جمعہ کو اور شہروں میں شروع ہوتا ہے یوں ایک شہر کے پتنگ باز دوسرے علاقے میں جا گھستے ہیں اس طرح مہینہ بھر بے حیائی کا بازار گرم رہتا ہے چھتوں پر باقاعدہ ڈانس اور شور وگل کے مناظر دکھائی دیتے ہیں خطبہ جمعہ کے مقابل ڈیک کی پرشور آواز اور باجوں کی قبیح آوازیں سنائی دیتی ہیں اور یوں اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہوئے اس بات کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

چھتوں پر اس انداز سے چھنکی پائل
جس کی آواز میں آوازِ اذان ڈوب گئی
اور اس قدر شور مچاتی رہیں عشرت گاہیں
جس میں مظلوم کی آہ و فغان ڈوب گئی

اے کاش ڈیک کی آواز پر تھرکنے والے یہ جسم جان سکیں کہ ان کے پاؤں قومی غیرت کی مردہ لاش پر حرکت کر رہے ہیں اور ان کے ہاتھ فضاؤں میں پتنگوں کو بلند نہیں کر رہے بلکہ اسلام کے مقابلے میں ہندو تہذیب کو بلند کر رہے ہیں اور وہ بلند چھتوں پر کھڑے ہو کر دوسرں کے گھروں میں نہیں جھانک رہے بلکہ اپنی ماؤں بہنوں کے ڈوپٹے چھین کے انہیں پاؤں تلے پامال کر رہے ہیں اور وہ بسنت کی رات کو قمقموں سے روشن نہیں کر رہے بلکہ اسلام کی چادر سے روشنیوں کو نوچ نوچ کر پھینک رہے ہیں اور وہ جمعہ کے دن مسجدوں سے گونجنے والی قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی آوازوں کے مقابل باجوں کے شور میں پیچا نہیں لڑا رہے بلکہ مندروں کی گھنٹیاں بجا رہے ہیں یہ دیکھ کر رہ رہ کے دل میں یہ سوال اٹھتا ہے۔

کون ہے تارکِ آئین رسولِ ﷺ مختار
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار
ہو گئی کس کی نگاہ طرزِ سلف سے بیزار

بسنت کی تاریخی حیثیت:

ماضی میں سیالکوٹ شہر کے ایک مدرسہ میں زیرِ تعلیم ہندو طالب علم حقیقت رائے باکھ مل پوری نے مسلمان لڑکوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے اس جرم پر حقیقت رائے کو گرفتار کر کے عدالتی کارروائی کے لئے لاہور بھیجا گیا اس واقعہ سے پنجاب کی غیر مسلم آبادی کو شدید دھچکا لگا کچھ ہندو افسر گورنر پنجاب زکریا خان کے پاس گئے کہ حقیقت رائے کو معاف کر دیا جائے لیکن زکریا خان نے کوئی سفارش نہ سنی اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی سے انکار کر دیا چنانچہ مجرم کو پہلے ایک ستون سے باندھ کر کوڑوں کی سزا دی گئی اور پھر اس کی گردن اڑا دی گئی اس واقعہ سے پنجاب کی غیر مسلم آبادی کو شدید رنج پہنچا حقیقت رائے کی یادگار مڑھی کوٹ خواجہ سعید لاہور میں ہے اب یہ جگہ ”باوے دی مڑھی“ کے نام سے معروف ہے ۔ اسی جگہ سے ایک ہندو رئیس کالورام نے گستاخ رسول ﷺ حقیقت رائے کی یاد میں بسنت میلے کا آغاز کیا راجہ رنجیت سنگھ کے بعد انگریز حکومت ۱۸۸۰ء میں حقیقت رائے کی سمادھی کو باغبانپورہ بھوگی والی میں ارائیوں سے زمین خرید کے مندر بنا دیا گیا ہندو، سکھ بسنتی کپڑے (شہیدی لباس) پہن کر یہ میلہ مناتے اور اسلام کو بدنام کرنے کی غرض سے بسنت کا تہوار مناتے تھے۔

[از ڈاکٹر بی ایس نجار۔ Punjab Under the later Mughals Page-No-279]

یہی واقعہ تاریخ لاہور از سید عبداللطیف صفحہ ۳۲۴ پر درج ہے گویا آج بسنت کا تہوار منانا درحقیقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین و تذلیل کی تقریب میں شامل ہونے کے مترادف ہے اور آج کوئی شخص اپنی ماں، بیٹی، یا بہن کی توہین تو

برداشت نہیں کرتا کیا رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کی عزت وعصمت اتنی سستی ہے کہ مسلمان اپنے سامنے ایسی تقاریب کو برداشت کرتا پھرے۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود

قیام پاکستان سے قبل لاہور میں ہندو اور مسلمان اکٹھے آباد تھے اور بسنت کا آغاز بھی کوٹ خواجہ سعید لاہور سے ہی ہوا تھا تاریخ لاہور پہ لکھی جانے والی معتبر کتابوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ بسنت خالص ہندووانہ تہوار ہے مثال کے طور پر یونس ادیب کی کتاب ''میرا شہر لاہور'' کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

''لاہور شہر کی زندگی میں بسنت سے رنگینیاں بھر جاتی تھیں اس سے پندرہ یا بیس دن پہلے ہندو لوہڑی کا تہوار مناتے تھے جسے بسنت کی ریہرسل کا نام دیا جاسکتا ہے لوہڑی پر لاہور کے حلوائی اور دوسرے دکاندار خاص طور پر چڑوے، ریوڑیاں اور بتاشے تیار کرتے تھے سارا دن بازاوں میں چہل پہل ہوتی تھی پتنگوں اور ڈور کی خرید و فروخت ہوتی اور رات کے آنگن میں جب شام اپنے قدم رکھتی تو بازاروں، محلوں اور چوکوں میں لکڑی کے الاؤ روشن ہو جاتے ہندو عورتیں اور بچے لوہڑی کے روشن الاؤ دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر آ جاتے یہ الاؤ صبح تک روشن رہتے اور صبح ہوتے ہی لاہور میں زبردست پتنگ بازی شروع ہو جاتی۔'' [میرا شہر لاہور، ص ۱۲۷]

معلوم یہ ہوا کہ لوہڑی کے میلہ سے متصل بعد بسنت کا آغاز ہوتا جس کا ساز و سامان لوہڑی میلہ سے ملتا تھا فروری کے آخر میں بسنت کا آغاز ہوتا تھا لوگ پیلے کپڑے پہنتے، گھروں میں پیلا حلوہ اور پیلے چاول پکاتے بچے اور نوجوان پتنگیں اڑاتے دہلی میں آج بھی برلا نامی ایک مندر ہے جس میں کالکا دیوی کی مور

بسنت کے روز ہندو کالکا دیوی کے اس مندر میں گوئٹے کے پیلے پھولوں کا ایک ڈھیر لگا دیتے ہیں اور خاص پوجا کرتے ہیں۔ بسنتی رنگ کے کپڑوں کے متعلق یونس ادیب رقمطراز ہیں:۔

''ہندو مکانوں کی چھتوں پر بسنتی اوڑھنیوں والی عورتیں اور لڑکیاں آ جاتیں اور شہر کی چھت پر جیسے بسنتی پھولوں کی کیاریاں اگ آئی ہوں اس روز سکھ لڑکے بھی بسنتی پگڑیاں باندھتے تھے اور نیلے آسمان کے سمندر میں رنگ برنگی پتنگیں کشتیوں کی طرح تیرتی ہوئی نظر آتی تھیں۔''

اور اس دن کی بے حیائی ملاحظہ کیجئے جو اس وقت بھی موجود تھی۔

''کئی ہندو سکھ لڑکیاں سارا سارا دن کوٹھوں پر بسنت مناتی تھیں اس روز انہیں کوٹھوں پر آنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا لیکن مسلمان گھروں کی مائیں اپنی بیٹیوں کو چھت پر سے اتار کر نیچے لے جاتی تھیں انہیں بسنت کے روز چھتوں پر آنے کی اجازت نہیں تھی۔'' [میرا شہر لاہور، ص ۲۸، ۱۲۹]

ہندووانہ رسم و رواج پہ لکھی جانے والی قدیم کتاب جو محمود غزنوی کے دور میں لکھی گئی اس کا ایک اقتباس پڑھیے:

''اس مہینے میں استواء ربیعی ہوتا ہے جس کا نام بسنت ہے ہندو لوگ حساب سے اس وقت کا پتہ لگا کر اس دن عید کرتے ہیں اور برہمنوں کو کھانا کھلاتے ہیں جیٹھ کے پہلے دن جو اجتماع کا دن ہے عید کرتے ہیں اور نیا گلہ تبرکاً پانی میں ڈالتے ہیں۔'' [کتاب الہند البیرونی، ص ۳۶۷]

استواء ربیع کا مطلب موسم بہار ہے ہندو لوگ بہار کی آمد پر جشن منایا کرتے تھے جو آہستہ آہستہ پتنگ بازی کو بھی اپنے ساتھ شامل کرتا چلا گیا۔

اسی بسنت کی جھلک ذرا سکھ دور میں دیکھئے:

''لوگوں کو ابھی تک یاد ہے کہ اس جگہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور میں بسنت پر کس قدر جشن ہوتا تھا جب عیش پسند مہاراجہ اس کے سردار اور فوجی دستوں کے علاوہ ہر کوئی زرد پوشاک میں ملبوس ہوتا تھا اور مہاراجہ اس خانقاہ پر حاضری کے وقت ۱۱۰۰ روپیہ اور دو زرد شالوں کا جوڑا بطور نذرانہ پیش کرتا تھا۔'' [تاریخ لاہور، عبداللطیف، ص ۲۶۰]

ایک انگریز مورخ الیگزینڈر بریز نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں لاہور میں منائی جانے والی بسنت کا ذکر یوں کیا ہے:

''بسنت کا تہوار جو بہار کا تہوار تھا ۶ فروری کو بڑی شان وشوکت سے منایا گیا رنجیت سنگھ نے ہمیں اس تقریب میں مدعو کیا اور ہم اس کے ساتھ ہاتھیوں پر سوار ہو کر اس میلہ کی بہار دیکھنے چلے جو بہار کا خیر مقدم کرنے کے لئے سجایا جاتا ہے لاہور سے میلہ تک مہاراجہ کی فوج دو رویہ کھڑی تھی۔ مہاراجہ کا شاہی خیمہ کے درمیان ایک شامیانہ تھا جس کی مالیت ایک لاکھ روپے تھی اور اس پر موتیوں اور جواہرات کی لڑیاں آویزاں تھیں اس شامیانہ سے شاندار چیز اور کوئی نہیں ہو سکتی مہاراجہ نے بیٹھ کر پہلے گرنتھ صاحب کا پاٹھ سنا پھر گرنتھی کو تحائف دیئے اور مقدس کتاب کو دس جزدانوں میں بند کر دیا گیا سب سے اوپر جزدان بسنتی مخمل کا تھا اس کے بعد مہاراجہ کی خدمت میں پھل اور پھول پیش کئے گئے جن کا رنگ زرد تھا بعد ازاں امراء، وزراء افسران آئے جنہوں نے زرد رنگ لباس پہن رکھے تھے انہوں نے نذریں پیش کیں اس کے بعد طوائفوں کے مجرے ہوئے۔''

[نقوش لاہور نمبر، ص ۷۶۳]

معلوم ہوتا ہے کہ سکھ بھی بسنت کے دن کو اپنا مذہبی دن سمجھتے تھے اسی لئے رنجیت سنگھ نے اس دن گرنتھ صاحب کا پاٹھ سن کر مقدس کتاب کو جزدانوں میں بند کیا۔

دور حاضر کے نامور صحافی رانا شفیق خان پسروری اپنے حالیہ سفر نامہ بھارت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''گزشتہ سال جنوری میں الہ آباد (بھارت) کے مقام پر جومہا کنبھ میلہ ہوا اس میں بڑے بڑے اچاریوں نے شبھ گھڑیوں کی تقسیم کی تھی اس کے مطابق ۲۹ جنوری کے روز''بسنت پنچھی'' کا تہوار منایا گیا میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس روز دہلی کی پرانی سبزی منڈی کے پاس بسنت کا مذہبی جلوس دیکھا تھا جو کالی کے مندر کی طرف جا رہا تھا اس طرح میں نے آگرہ کالج کے پرنسپل سے بسنت کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ''بسنت پنچھی ماگھ'' یا بھاگوں کے مہینہ میں منائی جاتی ہے اس دن گاؤں گاؤں جگہ جگہ میلے لگتے ہیں سرسوتی اور کالکا دیوی کی پوجا کی جاتی ہے بچے بزرگ اور عورتیں وغیرہ پیلے کپڑے پہنتے ہیں گھروں میں پیلا حلوہ اور پیلے چاول پکائے جاتے ہیں بچے اور نوجوان پتنگیں اڑاتے ہیں چاروں طرف خوشحالی اور خوشی کا ماحول رہتا ہے۔ آگرہ کے پرنسپل کے اس بیان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ہندو اس تہوار کو مذہبی انداز میں مناتے ہیں دہلی میں مجھے وہ مندر بھی دکھایا گیا جہاں لوگ بسنت کے روز خاص اہتمام سے جاتے ہیں۔'' [ہفت روزہ اہلحدیث، ۱۹ ذی الحجہ، ۱۴۲۳]

اس ساری بحث سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بسنت خالصتاً ہندووانہ رسم ہے اس کا منانا مسلمان کے لئے جائز نہیں اس لئے کہ اس میں تشبہ بالھنود ہے اس میں مال و جان کا ضیاع ہے اخلاقیات کا بگاڑ ہے اور اس کی ابتداء پیغمبر کائنات ﷺ کی گستاخی سے ہوتی ہے لیکن ہمیں افسوس اس بات پر ہے کہ پاکستان کے حکمران خود اس بسنت

کے منانے کی ترغیب دے رہے ہیں پتہ نہیں ہماری انڈیا سے جنگ کس بات پر ہے حکومتی سطح پر بسنت کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اس بارے میں چندرسالوں کے ذرا تاثرات پڑھئے جن سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ شاید بسنت ہندوؤں کا نہیں ہمارا سرکاری تہوار ہے۔

اس سال بسنت کی آمد سے تقریباً بیس روز قبل ہی شہر میں بسنت کے استقبال کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں لاہور کے ایک بیوروکریٹ بے حیائی کے اس سلسلے کو مکمل پلان کر رہے تھے ہر طرف بسنت بسنت ہو رہی تھی پورے شہر مین آتش بازی کے پروگرام تشکیل دیئے گئے ٹیلی ویژن دو سے تین دن مسلسل اس بے حیائی کو اور اس سلسلے میں ہونے والے پروگرام کونشر کر رہا تھا اس طوفان بدتمیزی میں دوسرے شہروں کو شریک کرنے کی بھی کوشش کی گئی ملتان اور راولپنڈی سے خصوصی بسنت ٹرین چلائی گئی حیاء دار اور سنجیدہ ذہن رکھنے والے لوگ اس شور وغوغے پر حیران و پریشان تھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر حکمران وقت کو کیا ہو گیا ہے ان کا ہدف کیا ہے اور یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ [الاخوہ مارچ ۲۰۰۱ء]

اس سال ستم بالائے طاق یہ ہے کہ بسنت کا فریضہ حکومت کی سربراہی میں سرانجام دیا جا رہا ہے۔کامران لاشاری ریس کورس میں ہفتہ بھر بسنت منانے کی تیاریاں کر رہے ہیں جسے جشن بہاراں کا نام دیا گیا ہے اس ٹورنامنٹ میں سب سے زیادہ پتنگیں لوٹنے والے کو ''مسٹر لٹیرا'' ۲۰۰۰ء کا خطاب دیا جائے گا لاہور کے بارونق چوکوں میں بڑی بڑی پتنگیں نصب کی جائیں گی۔ [ترجمان الحدیث فروری ۲۰۰۰ء]

یہ اس قوم کے محافظوں کا حال ہے کہ قوم کے سرمایہ کو فضول خرچیوں اور عیاشیوں پر ضائع کر رہے ہیں اور خود کو مجاہد یا غازی کے مقدس لفظ سے ملقب کرنے کی بجائے لٹیرا بننے میں مقابلے ہو رہے ہیں۔

ہر کوئی مست مے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلمان ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟

وہی ہندو جو آج کشمیر میں مسلمان بہنوں کی عصمتوں سے کھیل رہا ہے معصوم بچوں سے ان کا تبسم چھین رہا ہے بوڑھوں کی داڑھیوں کو نوچ رہا ہے مسجدوں کو گرا کے ان کی جگہ مندر تعمیر کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے اور ہماری مسلمانیت یہ ہے کہ ہم ان کے تہوار منا کے ہندومت کو فروغ دے رہے ہیں اور جب ایک مسلمان کسی کافر کی پیروی اور نقل کرتا ہے تو وہ یقیناً اپنے دل میں اس کے لئے نرم گوشہ رکھتا ہے یوں ایک طرف اس کا دل غیر مسلموں کی محبت و الفت کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور دوسری جانب اس کے دل میں پرہیزگار متقی اور شرعی احکام کے پابند مسلمانوں کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔



ویلنٹائن ڈے

(Valentines Day)

انسان کو اللہ رب العزت نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کو عقل و خرد جیسی نعمت سے نواز کے دیگر مخلوقات سے ممتاز کر دیا انسان کا بڑا بلند معیار ہے لیکن جب اسی انسان سے شرم و حیا چھن جائے تو اس میں حیوانیت در آتی ہے ۔ پھر اپنی ہی بہن یا بیٹی کے سر سے آنچل کھینچتے ہوئے اس کے ضمیر پر ہلکی سی خراش تک نہیں آتی اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے :

((اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِیْ فَاْصْنَعْ مَا شِئْتَ)) [بخاری کتاب الادب]

''جب تجھ میں شرم نہ رہے تو جو چاہے کر''

اور مغرب کے مادر پدر آزاد معاشرے کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ انسان سے شرم و حیا اور غیرت کو چھین کے جنسی تسکین میں اسے حیوانوں کے برابر لا کھڑا کیا جائے تا کہ ماں بہن اور بیٹی یا بیوی کے درمیان مقدس رشتوں کی جو دیواریں کھڑی ہیں ان کو گرا دیا جائے انہی سازشوں کی ایک کڑی ویلنٹائن ڈے ہے اور پاکستان میں بھی اس دن غیر شادی شدہ نوجوان طبقہ میں غیر معمولی جوش و خروش دیکھا گیا ہے حتیٰ کہ انگریزی اخبارات کے علاوہ اردو کے اکثر اخبارات نے بھی اس روز ویلنٹائن ڈے کے فحاشی اور بے غیرتی پر مبنی فلسفے کو اجاگر کرنے میں خاصا کردار ادا کیا ہے اور

جتنا بے حیائی کا اجتماعی مظاہرہ اس دن کیا جاتا ہے شاید مغرب سے درآمد شدہ بے حیائی کے تہواروں میں سے کوئی دن بھی اس سطح کو نہیں پہنچ سکا ہو گا اور سب سے بڑی اس گندگی کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شریف۔ آدمی کی بہن یا بیٹی اس سے پوچھتی ہے کہ یہ ویلنٹائن ڈے کیا ہوتا ہے اور کیسے منایا جاتا ہے تو شاید وہ جواب دینے کی بجائے شرم سے گردن جھکا لے ہم پہلے تو بتائیں گے کہ اس دن کو کس انداز سے منایا جاتا ہے پھر اس کی تاریخ اور اس کے نقائص آپ کے سامنے رکھیں گے۔

ویلنٹائن ڈے منانے کے مختلف انداز:

۱۴ فروری کو خواتین و حضرات ایک دوسرے سے محبت کے اظہار کے لئے یہ دن مناتے ہیں ضروری نہیں کہ جس سے محبت کا اظہار کرنا ہے اس سے شناسائی ہی ہو کوئی بھی شریف زادی ہو کسی بھی معزز خاندان کی عزت ہو اس دن اس سے محبت کے اظہار کی گویا اجازت مل جاتی ہے اور طریق کار یہ ہے کہ گلاب کے پھول کو ایک عشقیہ کارڈ کے ساتھ نتھی کر کے اپنے محبوب یا محبوبہ کی طرف بھیجا جاتا ہے اور یہ پھول والا کارڈ یا تو مرد خود ہی راہ چلتے ہوئے کسی دوشیزہ کو پکڑا دیتا ہے یا کوئی دوشیزہ بے باکی سے کسی مرد کو پکڑا دیتی ہے یا پھر پھول بھیجنے کا کام پھول بیچنے والی کمپنیاں اضافی رقم لے کر کرتی ہیں کچھ لوگ صرف کارڈ بھیجنے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں ان کارڈوں پر محبت کے اظہار کے لئے اشعار یا نثری عبارت درج ہوتی ہے مگر روایت کے مطابق تحریر کرنے اور بھیجنے والا یا والی اپنا نام درج نہیں کرتی البتہ تحریر میں کوئی ایسا اشارہ دے دیا جاتا ہے جس سے وصول کرنے والا اندازہ لگا لیتا ہے کہ اس کا چاہنے والا کون ہے اور اگر بھیجنے والے کے لئے وہ بھی ایسے ہی جذبات رکھتا ہے تو جواباً وہ بھی کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کرے گا یا کرے گی یوں اس طرح دونوں کے درمیان سے حجاب ختم ہو جائے گا حیا کا دامن چاک ہو جائے گا اور کھل کر بے حیائی کا کھیل کھیلنے کا سلسلہ چل

نکلے گا یہ حقیقت مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے کہ یہ کھیل غیر شادی شدہ افراد کے مابین کھیلا جاتا ہے اس روز میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے لئے اچھے جذبات کا اظہار کرتے ہیں مگر اصل میں عملی طور پر آج کل ویلنٹائن ڈے پر وہی لوگ ایک دوسرے سے ایسے جذبات کا اظہار کرتے ہیں جو ایک دوسرے سے رشتہ ازدواج میں تو منسلک نہیں ہوتے مگر تعلقات کے خواہاں ہوتے ہیں اور یہ بات تو مبنی برحقیقت ہے کہ ہر کام کا معیار اس کے کرنے والوں سے پرکھا جاتا ہے شرفاء سے شریفانہ حرکات ہی عموماً سرزد ہوتی ہیں جبکہ گندے کردار کے مالک لوگ گندی چیزوں کو اپناتے ہیں اور دامن پر لگی گندگی کو چھپانے کی بجائے اس کے اظہار میں فخر بھی محسوس کرتے ہیں اگرچہ دونوں گروہوں میں ایک فرق اور امتیاز ہے لیکن بسا اوقات گندے جراثیم پھولوں کی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں پاکستان میں ویلنٹائن ڈے منانے میں سب سے پیش پیش فلمی ستارے، کنجر اور گویے ہیں اور اس کے بعد ان کی نقالی کرنے والے اسلامی مزاج سے نا آشناء لوگ...... کیا خوب کہ کنجر اور شرفاء ایک ہو گئے ۔ جبکہ ہم جانتے بھی ہیں کہ ہمارے ہیروز فلمی ستارے اور کرکٹرز نہیں بلکہ صلاح الدین ایوبی اور محمود غزنوی جیسے لوگ ہیں اور ویلنٹائن ڈے پر ایک مخصوص فلمی طبقہ بے حیائی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اخبارات بھی اسے ایک نمونہ کے طور پر عوام کے سامنے رکھتے ہوئے بے حیائی کی اشاعت میں اپنا حصہ ڈال دیتے ہیں ذیل میں ہم اس کی چند ایک مثالیں پیش کر رہے ہیں۔

اداکاروں کے ویلنٹائن ڈے منانے کے مختلف انداز:۔

پاکستان میں مختلف معاشرتی طبقوں کے ساتھ ساتھ فنکار بھی ویلنٹائن ڈے جوش وخروش سے مناتے ہیں فنکار آج کا دن کیسے منائیں گے یہ جاننے کے لئے ایک سروے کیا گیا ذیل کی رپورٹ اسی سروے پر مشتمل ہے۔

[روزنامہ جنگ ۱۴ فروری ، ۲۰۰۱ء]

☆ اداکارہ صائمہ نے ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تجدید محبت کے دن کا آغاز اس دعا کے ساتھ کروں گی کہ میری محبت ہمیشہ قائم رہے پھر میں اپنے محبوب کو پھول ارسال کروں گی۔

☆ ادکارہ ریشم نے کہا میں اپنے پیاروں اور دوستوں کو پھولوں کے تحفے بھجوا کر ویلنٹائن دے کا آغاز کروں گی کئی احباب میرے ہاں آئیں گے کئی کے ہاں میں جاؤں گی۔

☆ اداکارہ خوشبو نے کہا میں نے بہت سے دوستوں کو پھول بھجوانے کا اہتمام کیا ہے سہ پہر کو چند قریبی دوستوں کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر جاؤں گی اس سے مجھے راحت ملے گی۔

☆ ادکارار باز خان نے کہا کہ میں ویلنٹائن ڈے کو رومانوی انداز سے مناؤں گا اور اسی کو تحفہ بھیجوں گا جس سے پیار کرتا ہوں وہ کون ہے یہ ایک راز ہے ان شاء اللہ جلد ہی میں اس سے پردہ اٹھاؤں گا اور دنیا کو بتا دوں گا کہ وہ کون ہے۔

☆ اداکارہ ثناء نے کہا کہ مجھے تجدید محبت کے دن کے حوالے سے ای میل کے ذریعے بہت سے پرستاروں کے پیغامات موصول ہو رہے ہیں پھول اور ویلنٹائن ڈے کارڈ بھی مل رہے ہیں جس کو ویلنٹائن کارڈ اور پھول بھیجوں گی وہ بہت خوش قسمت ہوگا۔

☆ اداکار بلال نے کہا کہ میں اپنی گرل فرینڈ کو پھول اور تحفہ پیش کروں گا میں اسے اپنی شریک حیات بنانا چاہتا ہوں اس کا نام نہیں بتا سکتا۔

قارئین! یہ چند ایک اخلاق سوز خیالات ہیں جو ملکی اخبار روزنامہ جنگ سے نقل کئے گئے ہیں ان خیالات کے اظہار کے ساتھ ساتھ اخبار کا پورا رنگین صفحہ مختلف

زاویے بنتی ہوئی مرد و زن کی رنگین تصاویر سے مزین ہے ان خیالات کو ذکر کرنے کی ہم قطعاً جسارت نہ کرتے لیکن محض اس خیال سے کہ شاید ہم اپنے گریبان میں جھانک سکیں اگر ہماری بیٹی یا بہن انہی الفاظ کا اظہار اپنی زبان سے کرے میں اپنے محبوب کو پھول ارسال کروں گی۔ کئی احباب میرے ہاں آئیں گے اور میں ان کے ہاں جاؤں گی۔ میں دوستوں کے ساتھ لانگ ڈرائیو کو جاؤں گی۔ مجھے ای میل سے چاہنے والوں کے پیغامات مل رہے ہیں تو کیا ایک شریف آدمی کے کان سن نہ ہو جائیں گے اس کے دماغ میں کوئی سنسناہٹ نہیں ابھرے گی وہ حیا سے آنکھیں نہیں جھکا لے گا؟ پھر ایک لمحہ سوچئے کہیں یہ دن ہمارے درمیان سے احترام و حیا کے پردہ نہ اٹھا دے اور رشتوں کی مقدس دیواریں گرا کے نظروں کو بے باک اور گستاخ نہ کر دے۔

پہلے ہم نے آپ کے سامنے ان لوگوں کے خیالات رکھے تھے جن کے دن رات کا ماحصل رقص و نغمہ ہے اور جن کے کانوں میں اکثر اذان کی آواز کی بجائے گھنگھروؤں کی کھنک اور شہنائیوں کی آواز گونجتی ہے اب ہم ان کے ویلنٹائن ڈے منانے کا انداز آپ کے سامنے رکھتے ہیں جنہیں ''پاکستانی عوام'' کہتے ہیں۔

عوام کے ویلنٹائن ڈے منانے کے انداز:

اس دن اخبارات پر مختصر دو یا تین سطری سینکڑوں خطوط شائع ہوئے جن میں کئی رنگ سے اپنے محبوبوں کو یاد کیا گیا ایسے روزنامے ہر شریف گھر میں بھی پہنچے اور اس طرح سے اخبارات نے اپنے ممدوح مغرب کی بے حیائی کو گھر گھر پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا چند ایک ملاحظہ فرمایئے۔ [روزنامہ جنگ ۱۴ فروری ۲۰۰۱ء]

ثمینہ خان! جس طرح خوشبو کے بغیر پھول کچھ نہیں اسی طرح میں تمہارے بغیر کچھ نہیں آئی لو یو میم صاحب۔ [خرم آفتاب فیصل آباد]

روزینہ! وہ بہت خوبصورت لمحہ تھا جب تم میرے دل میں آ بسیں

[ظفر علی لاہور]

سعدیہ ظفر! تمہاری دلکش مسکراہٹ مجھے بے چین کر دیتی ہے۔ [محمد یوسف خوشاب]

مس شہزادی! آپ کی مسکراہٹ دیکھ کر آسمان بھی شرما جاتا ہے اللہ آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔ [محمد سرفراز خان]

ڈاکٹر فوزیہ روشن علی!

دیکھئے عشاق پاتے ہیں بتوں سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے یہ سال اچھا ہے

[ڈاکٹر صلاح الدین ایوبی، لاہور]

مہتابہ! میں تیرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

[شبیر احمد وٹو، لاہور]

ناصر ملک!

اسے کہو بہت نامراد شے ہے جنوں
اسے کہو مجھے اس کا جنوں ہے بہت

[نازیہ نیاز لاہور]

نومہ! تم بہت خوبصورت ہو اور نہ قیمتی سلمانی پتھر، نیلم، سونا اور کانچ تمہاری برابری کر سکتے ہیں تم نے میرا دل لوٹ لیا ہے۔ [بابر گل، لاہور]

شمیم اختر!

آئینہ حسن و عشق تم چودھویں کا چاند ہو یا مہ تاب ہو
جو کچھ بھی ہو خدا کی قسم لاجواب ہو

[محمد شوکت علی، خوشاب]

حقیقت میں یہ چند ایک دل جلوں کی تحریریں ہیں لیکن دراصل ایک اسلامی معاشرے کے منہ پر طمانچہ ہیں کہ جہاں غیر محرم سے نرم آواز میں بات کرنے کی بھی ممانعت ہو وہاں یوں سرعام اخبارات پر حیا کا دامن چاک کیا جائے اور یاد رکھئے طوفان کا آغاز بگولوں سے ہوا کرتا ہے سمندر میں اٹھنے والی تباہ کن موجیں پہلے چھوٹی لہروں سے جنم لیتی ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ خس و خاشاک کی رہین منت ہوتی ہے اسی طرح معاشرے کی بربادی کا آغاز چھوٹی چھوٹی اخلاق سوز حرکات سے ہوتا ہے یہ چھوٹے چھوٹے ویلنٹائن عشقیہ کارڈ ناجائز تعلقات کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ اخلاق باختگی انہی سے جنم لیتی ہے یہاں تک کہ سلسلہ اغوا یا زناء پر منتہی ہوتا ہے اور یوں عزتوں کے جنازے اٹھ جانے سے خاندانوں پر بے غیرتی کا ٹھپہ لگ جاتا ہے اور ان کارڈز کو بے باک محبت نہ سمجھیں یورپ میں بھی سب سے پہلے اس کارڈ کو محبت ہی سمجھا جاتا تھا اور آج وہاں محبت کا تصور و مفہوم بالکل بدل گیا بلکہ وہاں محبت کا لفظ درحقیقت جنسی تسکین ہوس ناکی اور آزادانہ اختلاط کا رنگ اختیار کر گیا ہے وہاں مرد و زن کی باہمی رضامندی جسموں کا ملاپ اور زنا کاری محبت کہلاتی ہے آج ہم یورپ کی نقالی میں فخر کرتے ہیں تو کل کلاں محبت کا تصور بھی تبدیل ہو جائے گا اور یورپی تہذیب کی طرح ویلنٹائن کارڈ کے پردے میں عزتوں کی نیلامی ہوا کرے گی اس لئے کہ

میں نے دیکھا ہے بے پردگی میں الجھ کر ہم نے
اکثر اپنے اسلاف کی عزت کے کفن بیچ دیے
نئی تہذیب کی بے رخ بہاروں کے عوض
اپنی تہذیب کے شاداب چمن بیچ دیے

ویلنٹائن ڈے کی تاریخی حیثیت:

ویلنٹائن ڈے کا آغاز کہاں سے ہوا اس بارے کوئی حتمی رائے نہیں ملتی انسائیکلوپیڈیا

آف برٹانیکا کے مطابق اس کا تعلق رومیوں کے دیوتا لوپر کالیا (Luper Calia) سے ہے جہاں بطور تہوار کے یہ دن منایا جاتا تھا اور بعض کے مطابق اس کا تعلق سینٹ ویلنٹائن سے ہے بہرکیف یہ بات تو پکی ہے کہ اس کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں بلکہ غیر مسلموں سے ہے ویلنٹائن ڈے سے متعلقہ مختلف روایات میں سے ایک مستند روایت یہ ہے کہ یہ دن رومن سینٹ ویلنٹائن کی مناسبت سے منایا جاتا ہے جسے محبت کا دیوتا بھی کہتے ہیں اس روایت کے مطابق ویلنٹائن نامی اس شخص کو مذہب تبدیل نہ کرنے کے جرم میں پہلے قید رکھا گیا لیکن بعد میں سولی پر چڑھا دیا گیا قید کے دوران ویلنٹائن کی جیلر کی بیٹی سے دوستی اور محبت ہوگئی سولی پر چڑھائے جانے سے پہلے ویلنٹائن نے جیلر کی بیٹی کے نام ایک الوداعی محبت نامہ چھوڑا جس پر دستخط سے پہلے لکھا تھا'' تمہارا ویلنٹائن''اور یہ واقعہ ۱۴ فروری ۲۶۹ء کو رونما ہوا یوں محبت کرنے والوں کے لئے ویلنٹائن کو پیش رو تسلیم کیا جانے لگا اور اس کی یاد میں ۱۴ فروری یوم تجدید محبت بن گیا۔

محبت کرنے والوں نے ویلنٹائن ڈے کے نام سے ۱۴ فروری کو ایک تہوار کی شکل دے دی صدیوں سے یہ مغرب میں منایا جاتا رہا جس میں محبت کرنے والے جوڑے ایک دوسرے کو پھول اور تحائف پیش کرتے تھے مشرق والے اس سے ناآشنا رہے لیکن ڈش اور چینل کے فروغ کے بعد ویلنٹائن ڈے کے حوالوں سے نشر ہونے والے پروگراموں کی وجہ سے ویلنٹائن ڈے پوری دنیا میں مقبولیت حاصل کر گیا اب یہ پاکستان سمیت مختلف ممالک میں منایا جاتا ہے۔ [روزنامہ جنگ ۱۴ فروری ۲۰۰۱ء]

ایک روایت یہ ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں ایک رومی پادری تھا جس کا نام ویلنٹائن تھا اور پادری چونکہ عیسائیوں کے ہاں مقدس باپ کا درجہ رکھتا ہے جو گناہوں سے لوگوں کو پاک کرتا ہے اور کلیساؤں میں مقیم کنواری لڑکیاں راہبائیں کہلاتی ہیں جو

عمر بھر شادی نہیں کرتیں اور راہبہ کا کسی سے تعلق استوار کرنا مذہبی جرم سمجھا جاتا ہے لیکن پادری ویلنٹائن ایک راہبہ پر عاشق ہو گئے جبکہ راہبہ سے تعلق استوار نہیں ہو سکتے تھے چنانچہ پادری نے راہبہ کو گناہ میں ملوث کرنے کے لئے بتایا کہ مجھے خواب میں اس بات کی اطلاع دی گئی ہے اگر ۱۴ فروری کو کوئی راہب یا راہبہ آپس میں زنا کر لیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا آخر دونوں نے ایک دوسرے سے منہ کالا کر لیا اور یوں کلیسا کے مذہبی تقدس کو پامال کیا چنانچہ دونوں کو اس جرم کی پاداش میں قتل کر دیا گیا کچھ عرصہ بعد بعض لوگوں نے ایک دوسرے سے اظہار محبت کے لئے ویلنٹائن کو شہید محبت کا درجہ دے کر ۱۴ فروری کو ویلنٹائن ڈے کے نام سے منانا شروع کر دیا ویلنٹائن کے پیغام کا سب سے پرانا کارڈ لندن کی لائبریری میں موجود ہے یہ کارڈ پانچ سو سال قبل ایک لڑکی نے اپنے منگیتر کو بھیجا تھا اس کارڈ میں لکھا ہے کہ اگر تم مجھ سے پیار کرتے ہو تو آ کر مجھ سے شادی کر لو اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اس کا تعلق رومی تہوار لوپر کالیا سے ہے وہ کہتے ہیں کہ اس تہوار پر روم کے مرد حضرات اپنی قمیصوں پر اپنی دوست محبوباؤں کے نام لگا کر چلتے تھے اسی سے یہ دن مختلف شکلیں بدلتا اس روپ کو پہنچا ہے۔

مذکورہ معلومات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ویلنٹائن ڈے کا تعلق خواہ رومن لوگوں سے ہو یا مغربی لوگوں سے اسلام سے اس کا تعلق ہرگز نہیں اور ان لوگوں کی خدمت میں جو اس دن کو منانے کے لئے ہلکان ہوئے جا رہے ہیں ان کے لئے ہم مغرب سے چند تصویریں پیش کرتے ہیں جو ویلنٹائن ڈے سے متعلقہ ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

ایک رسالہ کے تاثرات

ہمارے ایک فاضل دوست جو نہ صرف امریکہ سے بین الاقوامی قانون میں پی،ایچ، ڈی کر کے آئے ہیں بلکہ وہاں ایک معروف یونیورسٹی میں پڑھانے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں انہوں نے اپنے چشم دید واقعات کی روشنی میں بتایا ہے کہ حالیہ برسوں

میں امریکہ اور یورپ میں اس دن کو جوش و خروش سے منانے والوں میں ہم جنس پرستی میں مبتلا نوجوان لڑکے اور لڑکیاں پیش پیش تھیں وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سان فرانسسکو میں ویلنٹائن ڈے کے موقع پر ہم جنس پرست خواتین و حضرات کے برہنہ جلوس دیکھے جلوس کے شرکاء نے اپنے سینوں اور اعضائے مخصوصہ پر اپنے محبوبوں کے نام چپکا رکھے تھے وہاں یہ ایسا دن سمجھا جاتا ہے جب محبت کے نام پر آوارہ مرد اور عورتیں جنسی ہوسنا کی کی تسکین کے شغل میں غرق رہتی ہیں جنسی انارکی کا بدترین مظاہرہ اسی دن کیا جاتا ہے ہمارے یہ دوست آج کل لاہور میں ایک پرائیویٹ لاء کالج کے پرنسپل ہیں ایک جدید، روشن خیال اور وسیع المطالعہ شخص ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے پاکستان میں ویلنٹائن ڈے منانے والوں کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے کہا کہ ''میرا جی چاہتا ہے اس دن کو منانے کے لئے جہاں جہاں اسٹال لگائے گئے ہیں انہیں آگ لگا دوں۔'' [ماہنامہ الاخوہ فروری ۲۰۰۱ء]

ایک ملکِ غیر سے لوٹ کر آنے والے کے تاثرات

میں ایک طویل عرصہ مغرب میں رہنے کے بعد پاکستان واپس آیا ہوں اور واپس آنے کی صرف اور صرف ایک وجہ تھی ۔ وہ تھی پاکستانی معاشرتی اقدار اور اس خطہ سے محبت ان حالات میں اس ملک کے نوجوانوں کی خاصی تعداد انڈین گانے گنگناتے ہوئے صبح و شام یورپ اور امریکہ پہنچنے کا خواب دیکھتی ہے ہمارے جیسے دیوانے مذہبی نہ ہوتے ہوئے بھی مشرقی اقدار کی محبت میں گرفتار ہو کر مغرب کی رنگینیوں کو ٹھکرا کر پاکستان کا رخ کرتے ہیں اور جب یہاں آ کر یہ دیکھتے ہیں کہ یہاں کے باسی تو یہ ثابت کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں کہ وہ مغرب والوں سے بھی زیادہ مغرب پسند ہیں تو دل سے ناقابل برداشت دکھ اور درد کی ٹیسیں اٹھتی ہیں خدارا پاکستانی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کو دل سے مت نکالئے وگرنہ اس ملک کے قائم رہنے کا مقصد فوت ہو

جائے گا جو بے حیائی ویلنٹائن ڈے کے ساتھ نتھی ہے اس سے کہیں کم ہندوانہ کلچر میں ہے ہمارے بزرگوں نے پاکستان بنا کے اس کلچر سے چھٹکارا حاصل کیا اب یورپین بے حیائی درآمد کرنے کا کیا مقصد ہے خدارا ویلنٹائن ڈے کو قومی تہوار کی شکل نہ دیجئے کیونکہ مغرب میں رہنے والے پاکستانیوں نے بھی اسے نہیں اپنایا ممکن ہے چند نوجوان حصہ لیتے ہوں مگر والدین نے اور اکثریت نے اسے پسند کی نگاہوں سے نہیں دیکھا اس لئے آئندہ اس برائی سے دور رہیے وگرنہ ہمارے جیسے ہزاروں افراد کا جو صرف پاکستانی معاشرتی اقدار کی خوبصورتی اور کشش کی وجہ سے پاکستان واپس آئے ہیں دل ٹوٹ جائے گا۔ [نواز ملک نوائے وقت ۱۵ فروری ۲۰۰۱ء]

غور فرمایئے! یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جو مغرب میں ایک عرصہ گزار آئے ہیں اور اس دن کے منانے کے نقصانات پر زیادہ نظر رکھنے والے ہیں ظاہر ہے انہوں نے اس ویلنٹائن ڈے پر اجتماعی بے حیائی کے پردہ میں جنم لینے والے بے غیرتی کے واقعات کو خوب اچھی طرح دیکھا ہو گا تبھی تو وہ تاسف کا اظہار کرتے ہوئے اہل وطن کو روک رہے ہیں کہ دیکھنا .... مسلمانیت کی سفید چادر پر گندگی کا داغ نہ لگ جائے اس لئے کہ بے حیائی کا ہر کام مسلمانیت کے منافی ہے اسلامی غیرت کے منافی ہے اور معاشرے کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے اور بے حیائی کے ایسے کام کرنے والے نہ اسلام کو پسند ہیں نہ اللہ رب العزت کو بلکہ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ [سورہ نور]

''وہ لوگ جو ایمان والوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔''

اس لئے ۱۴ فروری کو جو ویلنٹائن ڈے منانا چاہیں وہ پہلے اللہ رب العزت کے

اس فرمان وعید کو ضرور پڑھ لیں اور پیغمبر کائنات ﷺ کے اس فرمان کو بھی ﴿ مَن تَشَبَّهَ بِقَومٍ فَهُوَ مِنهُم ﴾ ''جو جس قوم سے مشابہت کرتا ہے وہ ان ہی سے ہے۔''



اپریل فول

(April Fool)

چند دن قبل مجھے میرا ایک انتہائی عزیز دوست ملا اور کہنے لگا: عرصہ ہوا تم سے ملاقات نہیں ہوئی اب تو تم اچھے خاصے مولوی بن گئے ہو ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا فرمایئے!

کہنے لگا میری نئی نئی شادی ہوئی ہے میں اپنی بیگم کو مذاق کے طور پر ذرا تنگ کرنا چاہتا ہوں اس طرح سے کہ اگر میں یکم اپریل کو فون پر اسے طلاق دے دوں برا بھلا بھی کہوں اور پھر شام کو جا کر اسے کہہ دوں جانی! یہ تو اپریل فول تھا تو کیا اس طرح سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

میں اس دوست کے منہ کو تک رہا تھا جو کلین شیو کیے مغربی لباس میں ملبوس میری طرف مستفسرانہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا دوست پہلے تو نے اپنے چہرہ اور لباس کو مغربی رنگ میں رنگ لیا ہے اب تم مغربی رسومات کو اختیار کر کے بے غیرتی کے گڑھے تک پہنچ جاؤ گے اپنے گھر کو بھی برباد کر لو گے اور تم خود ہی زندگی میں تلخیوں کا بیج بوؤ گے اس لئے کہ اس میں ایک طرف تو تم شریعت کا مذاق اڑاؤ گے اور دوسری جانب تمہاری بیوی کے دل میں اس مذاق کے بعد ہمیشہ کے لئے شکوک وشبہات ابھرنا شروع ہو جائیں گے۔

قارئین کرام! یہ تو بڑی واضح سی بات ہے کہ جس چیز کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہو اور اس سے مقصود بھی محض تفریح ہو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اسلام نے تو جھوٹ کو دوزخ میں لے جانے والا فعل قرار دیا ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَ مَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَ یَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ صِدِّیْقًا وَ اِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ فَاِنَّ الْکَذِبَ یَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَ اِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ وَ مَا یَزَّالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَ یَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ کَذَّابًا)) [صحیح بخاری]

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سچ کو لازم پکڑ لو اس لئے کہ سچائی جنت کی جانب رہنمائی کرتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو اس لئے کہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔“

معلوم ہوا کہ جھوٹ جہنم کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے اور جھوٹ بولنے والا درحقیقت جہنم کا بیوپار کرتا ہے اور بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اسلام نے ہمیں ایک دن دیا ہے کہ خوشی و مسرت کے لئے تم جس قدر چاہو جھوٹ بول لو حالانکہ اسلام میں اس دن کے بارے کوئی معلومات تو کجا کہیں ہلکا سا اشارہ بھی نہیں

ملتا اور یہ خالصتاً مغربی خرافات سے درآمد شدہ ہے اس دن کی ابتداء کرنے والے بھی غیر مسلم ہیں اور اس کو پروان چڑھانے والے بھی غیر مسلم اور عنقریب ہم ان شاء اللہ یہ ثابت بھی کریں گے اور بعض کہتے ہیں اسلام نے خوش مزاجی اور مزاح کی اجازت دی ہے اور خوش خلقی وخوش دلی کو مستحسن نظروں سے بھی دیکھا ہے ہاں یہ بات درست ہے اسلام میں آپس کے تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے خوش طبعی ایک اچھا فعل ہے لیکن جھوٹ کی اجازت نہیں دی بلکہ خوش مزاجی اور مزاح کا دائرہ بھی اسلام میں سچائی کے گرد ہی گھومتا ہے یاد رکھئے وہ مذاق وخوش طبعی اور ظرافت جس میں جھوٹ شامل ہو اسلام اسے بھی اچھا نہیں سمجھتا حدیث مبارک ہے۔

((عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَه ثُمَّ وَيْلٌ لَهُ))

[صحیح ابو دائود للالبانی]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو جھوٹی باتیں کرتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے ہاں اس کیلئے ہلاکت ہے اس کیلئے ہلاکت ہے۔''

خود پیارے حبیب ﷺ سے خوش طبعی کے کئی واقعات ملتے ہیں لیکن ان میں ذرہ بھر جھوٹ نہیں بلکہ وہ سچائی پر مبنی ہیں مثال کے طور پر چند ایک ملاحظہ فرمائیے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ ! مجھے کوئی سواری عنایت فرمائیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم تجھے اونٹنی کا بچہ دے دیں گے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اونٹنی ہی تو اونٹ کو جنم دیتی ہے۔ [جامع ترمذی باب ماجاء فی المزاح]

☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بطور مزاح کے فرمایا ارے دو کان والے۔ [سنن ابی داؤد]

☆ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام فلاں! جنت میں بوڑھے داخل نہیں ہوں گے یہ سن کر وہ بڑھیا روتے ہوئے واپس جانے لگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بتاؤ کہ یہ بڑھاپے کی حالت میں جنت نہیں جائے گی بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ بوڑھی عورتوں کو نئے سرے سے جوان کر دیں گے۔ [شمائل ترمذی]

غور فرمائیے یہ خوش طبعی اور ہنس مکھی کی باتیں بھی ہیں اور ان میں ذرہ بھر جھوٹ بھی شامل نہیں ایسے ہی کئی واقعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں گویا اسلام نے خوش مذاقی سے نہیں روکا بلکہ جھوٹ سے روکا ہے۔

وہ خاص امور جن میں جھوٹ بولنا جائز ہے:

امام نووی رحمہ اللہ نے ریاض الصالحین میں مختلف احادیث کے پیش نظر تین ایسے مواقع بیان کئے ہیں جن میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔

(۱) دو لڑے ہوئے شخصوں کے درمیان صلح کروانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے یعنی ان کو قریب لانے اور ان کے دلوں سے باہمی بغض و عناد دور کرنے کے لئے اپنی طرف سے ایسی جھوٹی باتیں بنا کر ان کے سامنے پیش کرتا ہے کہ جس سے بغض و عناد کی برف پگھل جائے اور ان کی دوریاں قربت میں بدل جائیں تو عنداللہ یہ شخص جھوٹا یا چغل خور شمار نہیں ہوگا۔

(۲) اسی طرح جنگ کے موقع پر مسلمانوں کو نقصان سے بچانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے وگرنہ مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے۔

(۳) تیسرا موقع میاں بیوی کی باہمی گفتگو کا ہے معاشرتی زندگی میں بھی بہت سے موڑ ایسے آتے ہیں کہ ازدواجی تعلق کو برقرار رکھنے یا انہیں خوشگوار بنانے کے لئے خاوند کو بیوی سے یا بیوی کو خاوند سے کچھ باتیں چھپانی پڑ جاتی ہیں ایسے خاص موقعوں اور ضرورتوں پر اخفائے حال کے لئے کچھ جھوٹ بولنا جائز ہے تاہم اس رخصت کا مطلب مطلقاً جھوٹ کی اجازت نہیں ہے کہ میاں بیوی آپس میں ہر وقت جھوٹ ہی بولتے رہیں دونوں کا کردار ایک دوسرے پر آئینے کی مانند شفاف ہونا چاہئے ہاں کسی خاص مجبوری کے پیش نظر اس کی اجازت ہے۔

ان تینوں مواقع کا احادیث میں یوں ذکر ہے:

((قَالَتُ اُمُّ كَلْثُومٍ وَ لَمْ أَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ اِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ تَعْنِيُ الْحَرْبَ وَالْإِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ وَ حَدِيْثَ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَهُ وَ حَدِيْثَ الْمَرْأَة زَوْجَهَا))

[صحيح مسلم باب تحريم الكذب و بيان المباح منه]

''سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے تین موقعوں کے جھوٹ میں رخصت دیتے ہوئے نہیں سنا اور تین موقعوں سے مراد وہ لیتی تھیں جنگ کا موقع، لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا موقع اور مرد کا اپنی بیوی سے اور بیوی کا اپنے خاوند سے بات کرنے کا موقع۔''

معلوم ہوا کہ ان مواقع کے علاوہ جھوٹ کا بولنا جائز نہیں خواہ اس کا تعلق سنجیدگی سے ہو یا محض دل لگی اور خوش طبعی سے اس لئے کہ سچ میں عزت ہے اور جھوٹ بولنے میں ذلت و رسوائی ہے کہ جھوٹا آدمی بے اعتبار ہوتا ہے سچا وفادار ہوتا ہے جھوٹا آدمی گناہگار ہوتا ہے اور سچا آدمی ثواب کا حق دار ہوتا ہے اور جس نے ایک جھوٹ بولا تو

اسے اس جھوٹ کو چھپانے کے لئے نجانے اور کتنے جھوٹ بولنے پڑیں گے انسان کو پتہ ہی نہیں ہوتا اور وہ مصائب میں پھنستا چلا جاتا ہے۔

اپریل فول منانا کیوں جائز نہیں

مسلمان کے لئے اپریل فول ڈے منانے میں تین اعتبار سے شدید ممانعت ہے۔

۱۔ اس میں انسان جھوٹ بولتا ہے۔

۲۔ دوسرے بھائی سے دھوکہ کرتا ہے۔

۳۔ اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

جھوٹ کی وضاحت تو ہو چکی رہا دھوکہ تو یکم اپریل کو آدمی دوسرے بھائی کو بے وقوف بنانے کے لئے ایسے طریقے اختیار کرتا ہے جو دھوکہ دہی کے زمرہ میں آتے ہیں جیسے کسی کو ٹافی کھلانے کے بہانے صابن کا ٹکڑا اسی انداز سے کاٹ کر کھلا دیا جس سے بعض دفعہ کھانے والا آدمی قتل تک ہو جاتا ہے اور اسلام میں دھوکہ دہی سے سختی سے روکا گیا ہے۔

اور آدمی اپنے مسلمان بھائی کو اذیت دینے کا باعث یوں بنتا ہے مثال کے طور پر کسی کو فون کر دیا کہ دوست! تیرا باپ فوت ہو گیا ہے۔ جلدی سے گھر پہنچ یا فلاں ہسپتال چلا جا، وہ روتا دھوتا بدحواسی کے عالم میں وہاں پہنچے گا تو بتایا جائے گا جناب یہ تو جھوٹ تھا چونکہ آج اپریل فول ڈے ہے اس لئے تجھے اس طرح تنگ کرنا میرے لئے جائز تھا۔ گویا کہ ہم اپنے قول وفعل سے دوسرے مسلمان بھائی کو تنگ کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ))

[صحیح مسلم کتاب الایمان]

'' مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بھائی

محفوظ و مامون رہیں۔''

اور ان حرکات کے حرام ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں یہود و نصاریٰ سے مشابہت ہے جبکہ اس مشابہت سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے اور یہ دن منانا بھی بالکل ویسے ہی ہے جیسے غیر مسلموں کے تہوار نو روز اور مہر جان کا دن منا لینا اور آج کے غیر مسلم تہوار بھی انہی جشن کے دنوں کی مانند ہیں تو جس طرح وہ جشن منانا مسلمانوں کے لئے حرام تھا اسی طرح یہ دن منانا بھی حرام ہے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

((مَنْ بَنٰی بِبِلَادِ الْمُشْرِکِیْنَ وَ صَنَعَ نَیْرُوْزَهُمْ وَ مَهْرَجَانَهُمْ حَتّٰی یَمُوْتَ حُشِرَ مَعَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ)) [سنن بیهقی :٢٣٤]

''جس نے مشرکین کے ملک میں گھر بنایا ان کے نو روز اور مہر جان کے جشن منائے اور اسی حالت میں اس کی موت آ گئی تو وہ قیامت کے روز انہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔''

اپریل فول کی تاریخی حیثیت

سولہویں صدی عیسوی تک فرانس میں نیا انگریزی سال اپریل کی پہلی تاریخ کو شروع ہوا کرتا تھا اور نئے سال کے استقبال کے لئے لوگ مختلف تقریبات کا اہتمام کرتے ڈانسنگ پارٹیاں رات گئے تک اپنے کام میں مصروف رہتیں اس خوشی میں شریک ہونے کے لئے اور بھی مختلف طریقے اختیار کئے جاتے۔ ۱۵۶۴ء میں (Pope Gergory) نے عیسائی دنیا میں ایک نئے کیلنڈر کو متعارف کروایا جس میں نیا سال جنوری سے شروع ہوتا تھا چنانچہ ۱۶۴۵ء میں فرانس کے حکمراں شارل نہم نے اپریل کی بجائے جنوری سے سال شروع کرنے کا حکم دے دیا لیکن کچھ لوگ ایسے تھے جن تک شاید یہ اعلان پہنچ نہیں سکا تھا یا انہوں نے اس تبدیلی پر یقین نہیں کیا چنانچہ انہوں

نے سابقہ روایات کے مطابق اپریل کی پہلی تاریخ کو نیا سال منانے کا مختلف انداز سے اہتمام کیا جبکہ دیگر لوگوں نے انہیں تماشہ بناتے ہوئے ان سے دل لگی کی اور انہیں (April Fools) اپریل کے بیوقوفوں کے نام سے پکارا اور ان کی جانب مختلف پیغامات بھی ارسال کئے اس سے یہ سلسلہ ایسا چل پڑا کہ ہر سال یکم اپریل کو لوگوں کو بے وقوف بنایا جانے لگا فرانس میں آج کل اپریل فول (Pissond April) یعنی اپریل کی مچھلی سے پکارا جاتا ہے اور فرانسیسی بچے کاغذ کی مچھلیاں اپنے دوستوں کے پیچھے چپکا کر انہیں بے وقوف بناتے ہیں۔

امریکی اپریل کی پہلی تاریخ کو اپنے دوستوں کو مختلف انداز سے دھوکہ دے کر انہیں بے وقوف بناتے ہیں انیسویں صدی میں اساتذہ اپنے شاگردوں کو بے وقوف بنانے کے لئے کہتے وہ دیکھو! ہنسوں کا گروہ اس جانب نشاندہی بھی کرتے اور یوں انہیں بے وقوف بناتے طلباء اپنے کلاس فیلوز کو یہ کہتے ہوئے بے وقوف بناتے کہ آج سکول بند ہے جو ان کا شکار ہو جاتا اسے اپریل فول کے نام سے پکارتے اور یاد کرتے۔

یورپ میں اس کی ابتداء کیسے ہوئی ڈاکٹر عبداللہ القریونی کے مطابق ایک انگریزی اخبار ایفنج سٹار نے ۳۱ مارچ ۱۸۴۶ء کو اعلان کیا کہ کل یکم اپریل کو فلاں شہر کے زراعتی فارم میں گدھوں کی نمائش اور میلہ ہو گا لوگ یکم اپریل کو اس زراعتی فارم پر پہنچے بہت بڑا ہجوم ہوا لوگ نمائش کا انتظار کرنے لگے جب وہ انتظار کر کے تھک گئے تو پوچھنا شروع کیا میلہ کب ہو گا؟ تب انہیں بتایا گیا کہ آج چونکہ یکم اپریل ہے اس لئے جو لوگ اس میلہ کو دیکھنے آئے ہیں اور گدھوں کی نمائش دیکھنا چاہتے ہیں وہ خود ہی گدھے ہیں خود کو دیکھ لیں اس طرح ایک اخبار ڈریک نیوز لیٹر میں اعلان ہوا کہ یکم اپریل کو لندن ٹاور میں شیروں کے غسل کا عملی مظاہرہ ہو گا لوگ وہاں پہنچے تو کچھ بھی نہ ہوا۔

یہ واقعات اور چھوٹے موٹے واقعات اس تسلسل سے ہوتے رہے کہ یہ دن

ایک مکمل حیثیت اختیار کر گیا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں سے شروع ہوا عیسائیوں نے اس کی ابتداء کی مسلمانوں نے اسے اپنا لیا سوچنے کی بات ہے عیسائیو ں نے کبھی ہماری مسجد میں آ کر نماز نہیں پڑھی ہمارے اسلامی شعائر کو کبھی قبول نہیں کیا بلکہ وہ ہمیشہ سے ہمارے دشمن اور ہم سے نفرت کرنے والے اور ہم ان کے تہواروں کو منا کر ان سے محبت اور فرمان رسول ﷺ سے نفرت کا اظہار کرنے والے اور اسلام احمقانہ حرکات اور خرافات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا جبکہ اپریل فول ڈے ہے ہی احمقانہ خرافات کا مجموعہ اور غیر مسلموں کا تہوار۔

ثبوت کے لئے ملاحظہ فرمایئے: (لغت کی چند مشہور کتابوں سے)

April Fool: One on whome som practical Joke is played on Ist April (GEM Practical Dictionary)

وہ شخص جسے لوگ یکم اپریل کو عملی طور پر بے وقوف اور احمق بنائیں وہ اپریل فول کہلاتا ہے۔ [جی۔ای۔ایم پریکٹیکل ڈکشنری]

India at the feast of Huli the last day of wihch is March 31 the Chief amusements the befooling of People by sending them on fruilless foolish errands.

انڈیا میں ہولی کے میلہ پر آخری دن ۳۱ مارچ کو یعنی (اپریل سے ایک دن پہلے) اہم تفریح لوگوں کو بے فائدہ اور احمقانہ پیغامات سے بے وقوف بنانے کا مشغلہ ہے۔ [انسائیکلو پیڈیا آف بریطانیہ جلد۲ ص ۱۴۹]

اپریل فول (April fool) پہلی اپریل کو دوسروں کو احمق بنانے کی رسم

[فیروز اللغات اردو]

اپریل فول: اپریل کا احمق، یکم اپریل کو لوگوں کو احمق بنانے کا مغربی طریقہ اس

دن حیرت و استعجاب پھیلانے والی سنسنی خیز خبروں سے ایک دوسرے کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ [پاپولر اردو لغات]

غرضیکہ آپ کوئی بھی لغت و معلومات کی کتاب اٹھالیں وہاں اپریل فول کو حماقت اور بے وقوفی پر مبنی چیزوں کی جانب منسوب کیا گیا ہوگا اور اس کی کڑیاں غیر مسلم اقوام سے ملتی ہوئی نظر آئیں گی لیکن وائے افسوس کہ ہم یہ جانتے ہوئے کہ اسلام میں جھوٹ اور دھوکہ دہی حرام ہے اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف دینا حرام ہے اور یہ جانتے ہوئے کہ نبی رحمت ﷺ کا فرمان ہے تم یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو ہم مخالفت کی بجائے ان کے دن منا کے ان سے موافقت کرتے ہیں اور جس کے پاس جتنے وسائل ہیں اتنے ہی بھرپور طریقے سے ان وسائل کو استعمال کرتے ہوئے وہ سرعام موافقت کرتا ہے میرے ایک دوست کا پریس مارکیٹ میں کام ہے اپریل سے چند دن قبل میں کچھ اوراق کمپوزنگ کروانے کے لئے اس کے ہاں گیا تو کہنے لگا اس بار ہم اپریل فول پر عجیب ڈرامہ رچانے والے ہیں اپنے کمپیوٹر پر کسی دوست کا شادی کارڈ بنائیں گے اپنے پریس سے اسے تیار کریں گے پھر اس کی جانب سے تمام احباب کو بھیجیں گے کہ یکم اپریل آپ کو شادی کی دعوت ہے کیا اس طرح کرنے سے انہوں نے اپنے ایک دوست کے گھر والوں کو پریشان نہیں کیا؟ اور دیگر دوستوں کو اپنی مصروفیات چھوڑ کے اس احمقانہ فعل میں حصہ ڈالنے کی ترغیب اور زحمت نہیں دی اور کیا اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے وسائل کا غلط استعمال نہیں کیا اگرچہ ہم اسے وقتی مزاح سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت نبی کریم ﷺ کے فرمان کو چھوڑ کے کافر اور مشرک کی بات مانتے ہیں جھوٹ سے اسلام کے چہرے کو داغدار کرتے ہیں۔ پھر خود کو محبِّ رسول ﷺ بھی کہتے ہیں کیا ہمارے ہاں محبت صرف زبانی دعوؤں اور نعروں کا نام ہے جلسوں اور جلوسوں کا نام ہے......؟ اگر یہی محبت ہے تو پھر ہم نے غلط سمجھا ہے اس لئے کہ اللہ نے محبت کا ایک دائرہ کار بنایا ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ محبِّ صادق ہے جو اس میں داخل نہیں ہوگا وہ کوتاہ

ہے وہ دائرہ کار ہے۔

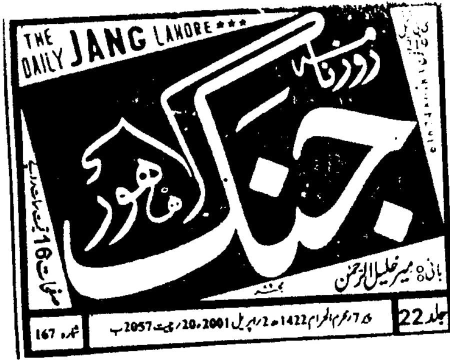
﴿ اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّة ﴾ [البقرۃ:۲۰۸]

''اسلام کے (دائرہ) میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔''

اور اپریل فول کو مسلم دنیا کس قدر معیوب سمجھتی ہے اس کے ثبوت کے لئے ہم آخر میں سعودی مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز ﷺ کا فتوی اور دیگر اخباری تراشے پیش کر رہے ہیں۔



شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ


THE DAILY JANG LAHORE

روزنامہ جنگ لاہور

بانی: میر خلیل الرحمٰن

صفحات 16

جلد 22 | 7 محرم الحرام 1422ھ / 2 اپریل 2001ء / 20 چیت 2057ب | شمارہ 167

اپریل فول کافروں کا شغل اور مسلمانوں کیلئے حرام ہے: سعودی مفتی اعظم

صرف صلح صفائی، جنگ کے وقت اور میاں بیوی کی عزت کے تحفظ کیلئے جھوٹ کی اجازت ہے

ریاض (اے پی) سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ نے فتویٰ دیا ہے کہ مسلمانوں کو اپریل فول میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔ ایک سعودی اخبار "الریاض" کے مطابق انہوں نے تسلیم کیا کہ یہ مغربی روایت مسلمانوں میں عام ہوتی جارہی ہے حالانکہ یہ کافروں کا شغل ہے۔ اسلام میں یہ حرام ہے کیونکہ صرف تین موقعوں کے سوا کہیں بھی جھوٹ بولنے سے منع کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا جھوٹ کی صرف تب اجازت ہے، جب لوگوں میں مصالحت کرانی ہو، جنگ کے دوران [illegible] اور جب میاں یا [illegible] کی عزت کا تحفظ کرنا ہو۔



ایک عرب سکالر کی تحقیق

روزنامہ پاکستان لاہور

THE DAILY PAKISTAN LAHORE

جلد 12 | شمارہ 59

6 احمقوں کا دن

یورپ یکم اپریل کو احمقوں کا دن کہتے ہیں

☆☆☆☆☆☆☆

یوم مئی اور مزدور دن

یکم مئی کا دن ہر سال آتا ہے اور ہر سال اس دن ہمارے سکول، کالجز، سرکاری دفاتر، ادارے، مارکیٹیں اور دکانیں بند ہوتی ہیں اور نعرہ لگایا جاتا ہے کہ یہ محنت کشوں کا دن ہے۔ دہقانوں کا دن ہے معماروں کا دن ہے فنکاروں کا دن ہے اور مزدوروں کا دن ہے تمام مزدور اس دن فیکٹریوں اور ملوں کو بند کر کے جلوس کی شکل میں سڑک پر نکل آتے ہیں۔ پرامن جلوس بھی ہوتے ہیں نعرے بازی اور ہنگامے بھی ہوتے ہیں۔ سرخ جھنڈے لہرا کے قراردادیں پیش کی جاتی ہیں اور اس دن کو منانا مسلمان مزدور بھی اپنا حق سمجھتا ہے۔ لیکن افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ اس دن کا مسلمانوں کی ثقافت اور اسلامی روایات سے کوئی تعلق نہیں بلکہ جس طرح دیگر غیر اسلامی دن جیسے بسنت ویلنٹائن ڈے، اپریل فول وغیرہ ہمارے معاشرہ میں رواج پا گئے ہیں اسی طرح یکم مئی کو مزدور دن منانا بھی خالصتاً غیر اسلامی ہے اور حصول حقوق کی آڑ میں معیشت کی تباہی اور مالک و مزدور کے مابین ایک خلیج حائل کرنے کے لئے اسے رواج دیا گیا ہے۔ اسلام میں کوئی خاص دن منانے سے مزدور کے حقوق متعین نہیں ہو جاتے بلکہ اسلام نے مستقل ایک نظام پیش کیا ہے جسے سامنے رکھ کے ہر دور اور ہر معاشرہ میں مالک و مزدور ہر دو کو مساوی حقوق دلائے جا سکتے ہیں۔

یکم مئی کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا رشتہ و تعلق کس قوم سے ہے اس کی تاریخ کہاں

سے شروع ہوتی ہے؟ ابھی مختصر طور پر ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں جس سے یہ واضح ہو گا کہ ہم کس طرح اسلامی روایات کو چھوڑ کے غیر مسلم رسومات پہ فخر و ناز کررہے ہیں اور ہمارے خنجر سے ہماری تہذیب کس طرح قتل ہورہی ہے۔

یکم مئی کی تاریخی حیثیت:

انیسویں صدی کے نصف میں روس میں مزدوروں سے روزانہ انیس بیس گھنٹے کام لیا جاتا تھا اور معاوضہ اتنا بھی نہیں دیا جاتا تھا کہ وہ اور ان کے بیوی بچے دو وقت پیٹ بھر کے اچھا کھانا کھا سکیں۔ وہ ہاتھ جو فصلیں اگاتے تھے ان کے بچے اچھے کھانے کو ترستے تھے وہ ہاتھ جو کھڈیوں اور فیکٹریوں میں ہزاروں اور لاکھوں گز کپڑا بنتے ان کی عورتیں جسم چھپانے کو ترستی تھیں۔ فیکٹری کے کسی حصے میں آگ بھڑک اٹھتی تو کئی مزدور جل کر راکھ ہو جاتے۔ سرمایہ دار یہ کہتے ہوئے نظر انداز کر دیتے کہ ''کام کے دوران حادثات ہو سکتے ہیں ٹھیک ہے ایک حادثہ ہو گیا مزدوری کرتے وقت مرکھپ جانا ہی کام کا حصہ ہے۔'' انہی مزدوروں کی وجہ سے خام مال تیار شدہ مصنوعات میں تبدیل ہو رہا تھا۔ زردار سرمایہ دار بن رہے تھے اور سرمایہ دار اپنی عیاریوں سے غریب کا خون چوس رہے تھے۔ اوقات کار کا تعین نہ ہونے کے سبب امریکہ میں بھی مزدوروں سے سولہ سولہ گھنٹے کام لیا جانے لگا۔ امریکہ اور روس کی متمدن تہذیب کا یہ حال تھا کہ وہاں ہل چلانے والے بیل کی طرح مزدور کو مشین چلانے والا ترقی یافتہ جانور سمجھا جاتا تھا اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے غلام سمجھے جاتے تھے اور فطری بات ہے کہ جس مذہب اور قانون میں ظلم جائز ہو انسان اس سے تنگ آ جاتا ہے۔ یورپ اور روس کے محنت کشوں نے دس گھنٹے کام کرنے کی تحریک کا آغاز کیا۔ لیکن سرمایہ دار اور جاگیردار حکومتیں مزدوروں کی ہر جائز جدوجہد کو خلاف ضابطہ قرار دے کر ہمیشہ کے لئے دبانے کے درپے تھیں۔ چنانچہ اس تحریک

کو پوری قوت اور بے دردی سے کچل دیا گیا۔ پھر دوسری مرتبہ امریکی مزدوروں نے یکم مئی ۱۸۸۶ء میں بے روزگاری اور سرمایہ داروں کے مظالم کے خلاف ہڑتال کا اعلان کیا اس مرتبہ مزدور بپھرے ہوئے تھے۔ اور امریکہ کے صنعتی شہر شکاگو میں فیکٹریاں اور کارخانے بند تھے۔ کالے اور گورے تمام مزدور امریکی قانون پر لعنت بھیج رہے تھے جس میں مزدور کو تحفظ نہیں تھا اور سرمایہ دار کی ہوس پرستیوں کو روکنے کے لئے کوئی لگام بھی نہیں تھی۔ مزدور نعرے لگا رہے تھے۔ ''اوقات کار میں کمی کرو اتنی اجرت دو کہ زندہ رہ سکیں۔''

ہڑتال کا آغاز یکم مئی سے ہوا ور جب ۳ مئی کو بھی ہڑتال رہی تو پولیس نے سرمایہ داروں کے حکم سے ہڑتال کرنے والے مزدوروں پر فائر کھول دیا۔ کئی مزدور ہلاک ہو گئے۔ ۴ مئی کو محنت کشوں نے ہلاک ہونے والوں کے سوگ میں ایک اور جلوس نکالا۔ مزدوروں کی ایک بڑی تعداد شکاگو مارکیٹ کے چوراہے میں جمع ہو گئی۔ اس مرتبہ پولیس اور فوج نے ملک کر حملہ کیا سڑکیں اور دیواریں مزدوروں کے خون سے سرخ ہو گئیں۔ اپنے مطالبات منوانے کے لئے جو انہوں نے سفید پرچم اٹھا رکھے تھے سرخ ہو گئے۔ بعض نے اپنی قمیصیں پھاڑ کے اپنے بھائیوں کے سرخ خون سے رنگ کے پرچم بنا لئے اپنے حقوق کے حصول کے لئے انہوں نے جو صدا بلند کی تھی اس کے جرم میں نہ صرف ان کو گولیوں کا نشانہ بننا پڑا بلکہ وہ تختہ دار پر بھی کھینچے گئے۔ مزدور تحریک کی قیادت کرنے والے مزدور راہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ جن کے نام تھے...... اینجل، منشر، اسپائیز اور پیرسنز۔ ان سب کو بے دردی سے سولی پر چڑھا دیا گیا۔

آج دنیا کے مختلف ممالک میں اس واقعہ کی یاد میں یہ دن منایا جاتا ہے جس کا آغاز ۱۸۸۶ء میں امریکہ کے شہر شکاگو سے ہوا اس سے قبل اس کا وجود نہیں تھا۔ اس

دن نے امریکی دہشت گردی اور ظلم کے نتیجہ میں جنم لیا جس کا اسلامی روایات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ اسلام کسی پر ظلم کرنا جائز نہیں سمجھتا بلکہ اسلام تو ہر ایک کو اس کے حقوق دیتا ہے اور اسلامی تاریخ نے کبھی کوئی ایسا ظلم کا اجتماعی نظارہ پیش نہیں کیا ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ واقعہ سے ہمیں یکم مئی کے ہنگامہ کی وجوہات یوں نظر آتی ہیں۔

۱۔ امریکی اور روسی مزدوروں کے لئے کام کرنے کا مناسب وقت متعین نہیں تھا۔
۲۔ مزدور کے معاشی حالات کے مطابق مناسب اجرت نہیں تھی۔
۳۔ ان سے اس قدر کام لینے کی کوشش کی جاتی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے تھے۔
۴۔ معاشرتی مساوات کے برعکس آقائی تصور قائم تھا۔
۵۔ مزدور کی عزت نفس کو پامال کیا جاتا تھا۔
۶۔ امریکی معاشرت میں اعلیٰ کو ادنیٰ پر ظلم کا اختیار تھا۔

یہ تمام وجوہات ظلم و نا انصافی کے گندے وجود سے جنم لیتی ہیں جن سے امریکی اور روسی معاشرہ متعفن تھا اور اس نے انصاف کی آنکھوں پہ روایتی پٹی باندھ رکھی تھی۔ آج مسلمان بھی اس دن کو مناتے ہیں جبکہ اسلام قطعی طور پر ان ظالمانہ کاروائیوں سے پاک ہے جن سے امریکی معاشرت مرکب تھی اور اب قبل اس کے کہ مذکورہ وجوہات کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی نقطہ نظر کو بیان کیا جائے۔ پہلے یکم مئی کے دن لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے بعض سرزد ہونے والے امور کی جانب نشاندہی کی جاتی ہے۔ آج مسلم ممالک میں یکم مئی کو شکاگو میں ہلاک ہونے والے غیر مسلم مزدوروں کو شہداء کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے۔ شہید مزدور کہہ کے ان کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ ان بھولے لوگوں کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ غیر مسلم کو شہداء کے روپ میں پیش کرنا اسلامی تعلیمات اور اصلاحات کا مذاق ہے۔ شہید کی عظمت اور مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔

غیر مسلم کا تصور و خیال بھی ان بلندیوں کو نہیں چھو سکتا جہاں شہید کا گزر ہے۔ کیا مسلمان مزدور لیڈروں اور عوام کو اتنا بھی علم نہیں کہ شہادت کے بلند مقام پر فائز ہونے کے لئے پہلے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ جبکہ امریکہ میں ہلاک ہونے والے غیر مسلم تھے اور ان کے نام بھی غیر اسلامی ہیں۔ جیسے اسپائیز اور پیر سنز وغیرہ۔ اس لئے سوشلزم اور اشتراکیت کے علمبرداروں کے اس مقرر کردہ دن منانے والوں کو جان لینا چاہیے کہ ایک تو یہ دن ویسے ہی غیر اسلامی ہے۔ دوسرا اس میں اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور پھر اس میں ہم امریکی مزدور لیڈروں کے اشاروں پہ ناچ کر اسلامی تعلیمات سے روگردانی کرتے ہوئے امریکی کلچر کو فروغ دے رہے ہیں اور جس طرح اپریل فول، ویلنٹائن ڈے، بسنت، ہپی نیو ایئر وغیرہ منانا تشبہ بالنصاری ہے اسی طرح یکم مئی کو مزدور دن منانا اور غیر مسلموں کو خراج عقیدت پیش کرنا بھی ﴿ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ﴾ کے زمرہ میں آتا ہے اور مسلمان کو تو کوئی ایسا مزدور دن منانے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ اسلام نے مزدور اور مالک کے تمام حقوق متعین کر دیئے ہیں۔ جن پر عمل کیا جائے تو معیشت اور معاشرت دونوں میں جائز ضروریات حل ہو جاتی ہیں۔ اب ہم انہی وجوہات کو اسلام کے سامنے رکھتے ہوئے ایک جائزہ لیتے ہیں جن کی وجہ سے یوم مئی نے جنم لیا۔

سرمایہ دار اور مزدور کے مابین جھگڑے کی وجوہات کو اگر تلاش کیا جائے تو ایک طویل فہرست تیار کی جا سکتی ہے لیکن یہ تمام وجوہ اور ان سے پیدا شدہ اثرات صرف ایک ہی وجہ پر مبنی ہیں اور وہ ہے خیر خواہی کے جذبہ سے عاری اور خود غرضی سے لبریز ذہنیت جو سرمایہ دار اور مزدور دونوں میں موجود ہے۔ سرمایہ دار چاہتا ہے کہ مزور سے کام زیادہ لے اور اپنا زیادہ نفع یقینی بنائے جبکہ مزدور چاہتا ہے کہ کام چوری کرے کارخانہ کی پیداوار نہ ہو مگر اسے اجرت زیادہ سے زیادہ یقینی طور پر ملے۔ یہی وہ

خودغرضانہ ذہنیت ہے جس نے سرمایہ دار کو ظالمانہ استحصال پر لگا دیا ہے اور مزدور کو بغاوت پر ابھار دیا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مالک خود کو برتر اور فریق ثانی کو کمتر سمجھتا ہے۔ یہی تصور اسے فریق ثانی پر زیادتیوں میں دلیر بنا دیتا ہے۔ اسلام نے اس برتری کے تصور پر کاری ضرب لگائی اور مزدور کے یوں حقوق مقرر کر دیئے فرمایا:

((اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ کَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ یَدِہٖ فَلْیُطْعِمْهُ مِمَّا یَاکُلُ وَلْیُلْبِسْهُ مِمَّا یَلْبِسُ وَلَاتُکَلِّفُوْهُمْ مَّا یَغْلِبُهُمْ فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِیْنُوْهُمْ))

[صحیح بخاری کتاب الایمان]

''تمہارے مزدور یا ملازم تمہارے بھائی ہیں۔ پس اللہ نے تم میں سے جس کے ماتحت اس کے کسی بھائی کو کیا ہے تو وہ اس کو ویسا ہی کھلائے جیسا وہ خود کھاتا ہے اور اسی سے اس کو پہنائے جس سے خود لباس پہنتا ہے اور اس کو وہ کام کرنے کا نہ کہے جسے کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا اور اگر ایسا کام کرنے کا کہہ دے تو خود بھی اس کا ہاتھ بٹائے۔''

درج بالا حدیث نے بڑے احسن انداز سے مزدور کے حقوق متعین فرما دیئے ہیں مثلاً۔

ا: مزدور کے معاشی حالات کے مطابق اجرت:

حدیث میں فرمایا ہے کہ مالک جو کھاتا ہے ویسا ہی مزدور یا ملازم کو کھلائے اور جو پہنتا ہے ویسا ہی اس کو پہنائے۔ ان الفاظ سے مالک اور مزدور کے لئے معاشی زندگی کا ایک اصول مقرر کر دیا گیا ہے کہ نہ تو مالک کو عیاشانہ زندگی اور ہوس پرستی کی اجازت ہے اور نہ مزدور کو اتنا معاوضہ دینے کی کہ وہ بمشکل اپنی زندگی برقرار رکھ سکے۔

یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ مالک اپنی خوراک و پوشاک کو اس سطح تک نیچے لے آئے جس سطح تک وہ مزدور کی خوراک و پوشاک کو بلند کر سکتا ہے ۔ مزدور دن جس شاخ سے پھوٹا ہے اس کی تہہ میں یہ بات شامل تھی کہ مزدور کو جینے کے لئے اتنی خوراک دو کہ اس کی روح اور بدن کا رشتہ ہی قائم رہ سکے ۔ اسلام نے اس معاشی استحصال کو پاؤں تلے روند دیا ہے۔

۲ مزدور کی طاقت سے بڑھ کر کام لینے کی ممانعت :

حدیث بالا میں ہے کہ مزدور کو وہ کام کرنے کے لئے نہ کہا جائے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ دیکھا جائے تو ان الفاظ سے مزدور کے اوقات کار کا تعین ہوتا ہے ۔ مثلاً ایک عام انسان ایک دن ہفتہ یا مہینہ بھر میں کتنا اور کتنے گھنٹے کام کر سکتا ہے جو اس کی صحت پر منفی اثرات مرتب نہ کرے ۔ پھر اس کی طاقت کے مطابق کام کرنے میں بیماری کی صورت میں رخصت اور غمی یا خوشی کے موقع پر انسانی مجبوری سب ہی شامل ہیں ۔ اگر ایسے موقع پر بھی اس سے کام لیا جائے گا تو اس ضمن میں آئے گا جس کے کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ اب یکم مئی کی ابتداء کو دیکھئے تو امریکہ کے گندے قانون میں مزدور سے سولہ سولہ گھنٹے کام لیا جا رہا تھا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا لیکن ظلم سے اسے مجبور کیا جا رہا تھا یہیں سے نفرت کی دیواریں بلند ہونا شروع ہوتی ہیں جبکہ اسلام نے مزدور کی طاقت کے مطابق کام لینے کا اصول وضع کر کے ان دیواروں کو گرا دیا ہے۔

مزدور کی عزت نفس کا خیال :

مزدور کو اچھا کھانا دینے، اچھا کپڑا دینے اور مناسب کام لینے میں اس کی عزت افزائی ہے نیز اس سے بڑھ کر اس کا احترام اور کیا ہو سکتا ہے کہ مزدور کو مزدوری اس کا

پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کا حکم ہے۔

کہ تمہیں اس کی اجرت دیتے وقت اتنی بھی دیر نہ لگے جتنی دیر میں پسینہ خشک ہوتا ہے ادھر وہ کام سے فارغ ہوا ادھر اس کے ہاتھ میں اجرت تھما دو یہ احترام ہے مزدور کا جس کا حکم اسلام نے دیا ہے۔

اعلیٰ وادنی کے تصور کا خاتمہ:

حدیث میں کہا گیا ہے کہ تمہارے مزدور و ملازم تمہارے بھائی ہیں ۔ اس سے آقائی تصور کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ آقا و مالک انسان ہونے کے اعتبار سے برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ صرف برابر نہیں ان سے بھائیوں کا سلوک کرنے کا حکم ہے ۔ ذرا سوچئے اسلام میں تو مزدور کو بھائی کہا جا رہا ہے ۔ بھائیوں کی طرح ان سے سلوک کا حکم دیا جا رہا ہے ۔ جبکہ امریکی نظام میں تو مزدور کو ان کے جائز حقوق سے بھی محروم رکھا گیا تھا۔ سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام نے اپنے بازو پھیلا رکھے تھے۔

اسلام ان تمام چیزوں سے پاک ہے لہٰذا مزدوروں کے تمام مسائل کا حل اسلام کے اندر ہے ۔ اسلام کو ملک کا واحد سپریم لاء تسلیم کیا جائے تو کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی۔ جلوس نکالنے جلسے اور ہڑتالیں کرنے اور نعرہ بازی سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ فساد اور جھگڑا مزید پھیلتا ہے اور نہ ہی سرکاری طور پر چھٹی منانے سے مزدور مسائل حل ہوتے ہیں ۔ بلکہ سرکاری طور پر چھٹی کا اعلان کرنا اگر ایک طرف مزدور کو مالک کے گریبان سے کھیلنے اور دونوں میں نفرت پیدا کرنے کے لئے راہ ہموار کرتا ہے تو دوسری جانب اسلام کو چھوڑ کر اشتراکیت اور سوشلزم کی جانب قدم بڑھانے میں بھی معاونت کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک دوسرے نظام جن کا تعلق امریکی گندگی سے ہے اسلام سے بڑھ کر مزدور کے حقوق کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ جبھی تو

ہم نچلی سطح پر ان کا دن منا کے غیر مسلموں کو شہداء کے نام سے پکار رہے ہیں اور سرکاری سطح پر چھٹی کا اعلان کر کے انہیں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں اور مغربی اسلام دشمنوں کا مقصد بھی یہ ہے کہ:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

پھر اسلام نے اگر ایک طرف مزدور اور ملازم کے حقوق متعین کئے ہیں تو دوسری جانب مزدور کو اس کی ذمہ داریوں سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔قرآن کے مطابق مزدور میں دو خوبیوں کا ہونا ضروری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ اِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ ﴾ [قصص : ۳۸]
''بہتر مزدور جو تو رکھے وہ طاقتور اور امین ہونا چاہیے۔''

اب یہاں طاقت سے مراد کام کرنے کی صلاحیت ہے۔دفتری کام ہو یا کوئی بھی جسمانی کام اسے اس کام کی طاقت و صلاحیت ہونی چاہیے اور دوسرا یہ کہ وہ مالک کے مفادات کا امین ہو۔ جو کام بھی اسے سونپا جائے اسے وہ امانت و دیانت سے کرنے والا ہو۔ اسلام نے مزدور کے لئے یہ جو دو صفات متعین کی ہیں،کاروباری اعتبار سے یہ بہتر کارکردگی اور کامیابی کی جان ہیں اگر مزدور اپنے کام کو نیک نیتی سے نہیں کرتا تو ہوسکتا ہے کہ دنیا میں تو وہ مالک کی آنکھوں میں دھول جھونک دے لیکن آخرت میں وہ عند اللہ جواب دہ ہوگا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ))

[صحیح بخاری کتاب النکاح]

یاد رکھو تم میں سے ہر کوئی نگران و مسئول ہے اور ہر ایک سے اس کی مسئولیت کے بارے میں قیامت کے دن باز پرس ہوگی آج دیکھا جائے تو اسلام سے بڑھ کے مالک و مزدور کے حقوق کا محافظ دنیا کا کوئی قانون نظر نہیں آتا لیکن یہ کیسا احساس کمتری ہے اور رلا دینے والی بدبختی ہے کہ ہمارے اپنے گھر میں تہذیب و ثقافت کے یہ لعل و گہر موجود ہیں اور ہم غیروں کے طرز زندگی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ جو نازیبا حرکات وہ کرتے ہیں ہم اسے فیشن کا نام دے کر قبول کر لیتے ہیں۔



عید کارڈ یا کرسمس کارڈ

۸ دسمبر ۲۰۰۲ء کو نوائے وقت کے رنگین صفحہ پر ایک مضمون شائع ہوا ''عید مبارک اور انٹرنیٹ'' اس میں پیارے پاکستانی بھائیوں کی خوشی میں اضافہ کے لئے مرقوم تھا:

''آج سے کچھ عرصہ قبل مبارک باد کے لئے طبع شدہ کارڈ استعمال کئے جاتے تھے اور کارڈ پرنٹ کرنے والوں کا کام ان دنوں عروج پر ہوتا تھا۔ شہر میں جا بجا کارڈوں کے سٹال نظر آتے تھے جن پر خریداروں کا ہجوم ہوتا تھا لیکن جب سے انٹرنیٹ کے ذریعے میلنگ کا کام شروع ہوا ہے تب سے مبارک باد بھیجنے کے لئے بھی ایک نیا میڈیم استعمال ہونا شروع ہو گیا ہے یہ میڈیم انٹرنیٹ ویب سائٹس ہیں۔''

مضمون میں یہ بھی درج تھا کہ کس طرح مسلم امہ کا فرد اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو انٹرنیٹ کے ذریعہ کارڈ بھیج سکتا ہے اس مقصد کے لئے چند ویب سائٹس کے ایڈریس لکھے ہوئے تھے جن کے ذریعہ رمضان کارڈ، عید کارڈ اور چاند کارڈ حاصل ہو سکتے ہیں اور کارڈ کے انتخاب اور اس کو روانہ کرنے کا طریقہ بھی درج تھا۔

عید کارڈ کے متعلق تو ہم سنتے آئے تھے عید کے قریب ایسے کارڈ خریدنے کے لئے سٹالوں پر مرد و زن کا ہوش ربا ہجوم بکراں بھی دیکھا لیکن رمضان کارڈ اور چاند کارڈ نے یقیناً ہمارے علم میں اضافہ کیا اور تیزی سے بڑھتی ہوئی کارڈوں کی اقسام

نے ہمیں عید کارڈ کی تاریخی اور شرعی حیثیت پہ کچھ لکھنے کے لئے مجبور کیا، اور عید کے مبارک موقع پر عید کارڈ بھیجنے کی رسم آج کل اتنی عام ہو چکی ہے کہ نصف رمضان المبارک گزر جانے کے بعد تقریباً ۸۰ فیصد دکاندار اسے نفع بخش کاروبار سمجھتے ہوئے ضرور اس کا شغل فرماتے ہیں سٹالوں پہ پڑے ہوئے کارڈوں کے آپ کو کئی روپ نظر آئیں گے مثلاً مساجد، روضۂ رسول ﷺ یا گنبدوں والے کارڈ، انتہائی نفاست سے پھول جڑے کارڈ، فلمی ستاروں کی تصاویر پر مبنی کارڈ جن میں حسیناؤں کے نیم عریاں بدنوں کی نمائش ہوتی ہے مختلف زاویے بنتی تصاویر والے یہ کارڈ سب سے زیادہ سستے ہوتے ہیں بعض کارڈ قرآنی آیات سے مزین ہوتے ہیں تو بعض عشقیہ اشعار سے کچھ میں انگریزی افکار کی ترجمانی ہوتی ہے چونکہ عید مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے اس لئے میں نے اسلامی تاریخ اور کتب احادیث کو کھنگال ڈالا کہ شاید صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تابعین یا آئمہ دین سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہو یا اس بارے کوئی حدیث مروی ہو لیکن میں حاصل مراد تک نہ پہنچ سکا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین یا شریعت سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہاں حقائق کی روشنی میں اس کی ابتداء اور اصل تاریخ کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

عید کارڈ کی تاریخی اور شرعی حیثیت:

عید کارڈ کا تعلق عیسائیوں کے کرسمس کارڈ کے ساتھ ہے عیسائی ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر بڑے جوش وخروش سے کرسمس ڈے منایا کرتے تھے رومن کیلنڈر کے مطابق یہ تہوار سب سے پہلے ۲۵ دسمبر ۳۳۶ء کو منایا گیا عیسائی اس دن اچھے کھانے پکاتے گھروں کی تزئین و آرائش کرتے اور گرجا میں جا کر مذہبی گیت گایا کرتے تھے یہاں سے یہ دیگر ممالک کے عیسائیوں میں پھیلا انہوں نے اپنے اپنے انداز سے منانا شروع کر دیا زمانہ کے ساتھ ساتھ اس دن کے منانے میں تبدیلیاں آتی

رہیں کسی نے سانتا کلاتھ کے تحائف کی ابتداء کی تو کسی نے سبزے سے گھروں کو سجانے کی۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں کرسمس ڈے پر دو اور چیزوں کا اضافہ ہوا ایک تو کرسمس ٹری(Chrismas Tree) (۲۵ دسمبر کو درختوں کو روشنیوں سے سجانے کی رسم)اور دوسرا کرسمس کارڈ تھے جو ۲۵ دسمبر کے قریب دکانوں پر فروخت ہوتے اور اپنے ملنے والوں کو بھیجے جاتے انیسویں صدی تک کرسمس کارڈ ایک باقاعدہ رسم اور تجارتی کمپنیوں کے لئے کاروبار کی حیثیت اختیار کر گئے تھے یہی وہ زمانہ تھا جب انگریز اپنی مکاریوں سے برصغیر پر قابض ہو چکا تھا مسلمان زبوں حالی کی زندگی گزار رہے تھے ایسے وقت میں فاتح قوم کے رسوم و رواج مفتوح قوم میں داخل ہو رہے تھے۔ برصغیر میں انگیز ، ہندو، سکھ اور مسلمان سبھی اپنی اپنی ثقافت لئے موجود تھے سادہ دل مسلمان اگر ایک طرف ہندوؤں کے دیوالی اور بسنت جیسے تہوارو ں میں جا شامل ہوتے تو دوسری طرف کئی مسلمان دانشور انگریزی لباس پہنے چہرے کو اسی وضع میں تراش رہے تھے چنانچہ اس دور میں جب عیسائی اپنے قومی تہوار پہ ایک دوسرے کو کرسمس کارڈ بھیجتے تو ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی اپنے مذہبی تہوار یعنی عیدالفطر پہ ایک دوسرے کو کارڈ بھیجنے شروع کر دیئے یہیں سے عید کارڈ کی رسم جاری ہوئی تقسیم ہند کے بعد یہ رسم بھی ہم اپنے ساتھ لے آئے جو آہستہ آہستہ ہماری زندگی میں اسی طرح شامل ہوگئی جس طرح بسنت، سالگرہ یا برسی داخل ہوگئی ہیں۔ آج ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ شاید عید کارڈ، عید یا رمضان کے ساتھ خاص مذہبی تعلق رکھتے ہیں اور یہ فریضہ ادا کئے بغیر شاید عید مکمل ہی نہیں ہوتی حالانکہ یہ کرسمس کارڈ کا چربہ ہیں اس میں کفار کی مشابہت ہے۔ کیا عید کارڈ بھیجنے والوں تک رحمت عالم ﷺ کا یہ فرمان نہیں پہنچ سکا۔

((خالفوا الیھود و النصارٰی))

”تم یہود و نصارٰی کی مخالفت کرو۔“

اور یہ مخالفت کرنا ہی سنت نبوی ﷺ ہے کتنے ہی معاملات میں نبی ﷺ نے خود ان کی مخالفت کی ، مثال کے طور پر مونچھیں کٹوانے اور داڑھی بڑھانے کا حکم، یہود ۱۰ محرم کا روزہ رکھتے تو آپ نے ۱۰ کے ساتھ ۹ کا روزہ رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا عیسائی روزہ بغیر سحری کے رکھتے اور افطاری میں دیر کرتے تھے آپ ﷺ نے سحری کھانے اور افطاری میں جلدی کا حکم دیا دوسری طرف ہم ان کے امتی ہو کر مخالفت کی بجائے موافقت کر رہے ہیں۔ کیا اپنے عمل سے نبی ﷺ کے فرمان کی مخالفت کرنا نبی ﷺ کی مخالفت کے زمرہ میں نہیں آتا؟ ہم میں سے کوئی بھی مسلمان خود کو عیسائی کہلوانا پسند نہیں کرتا لیکن اپنی چال ڈھال وضع قطع، لباس اور افکار و خیالات سے نہ جانے کیوں عیسائی بننا پسند کرتا ہے جبکہ رسول مکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ))

''جس نے جس قوم سے مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔''

تو پھر سن اے سچے مسلمان......! یہود و نصاریٰ کی ہر رسم ہماری تہذیب کے لئے خنجر کی حیثیت رکھتی ہے اور ہم ان خنجروں سے اپنی تہذیب کا شفاف چہرہ داغدار کر رہے ہیں اگر یہی حال رہا تو

تمہاری تہذیب اپنے ہی خنجر سے خودکشی کرے گی
شاخ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

اقبال بھی ہماری ادائیں دیکھ کر تڑپ اٹھے تھے اورانہوں نے رلا دینے والے انداز میں کہا تھا

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں کہ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

عید کارڈ کیا ہیں

عوام کی نظر میں:

روزنامہ نوائے وقت لاہور (5) 10 دسمبر 2001ء

فحش عید کارڈ چھاپنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے

دکانداروں کو پکڑنے کا کوئی فائدہ نہیں' چھاپنے والے پکڑے جائیں

سیالکوٹ (نامہ نگار) پاکستانی اور بھارتی ایکٹریسوں کی نیم عریاں تصاویر پر مشتمل بیہودہ عید کارڈوں کی سرعام فروخت پر بزم نعت رسول کے بانی صدر سید جاوید علی شاہ اور انجمن فلاح المسلمین کے سربراہ محمد عابد معصومی نے گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انتظامیہ نے تا حال عریاں تصاویر والے عید کارڈ فروخت کرنے والوں کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ انتظامیہ قابل اعتراض عید کارڈ چھاپنے اور انکا تھوک کاروبار کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرنی چاہئے۔ کیونکہ عام دکانداروں یا سٹال لگا کر عید کارڈ بیچنے والوں کے خلاف کارروائی سے کوئی نتیجہ نہیں حاصل ہوتا۔



ہپی نیو ایئر

(Happy New Year)

انگریزی سال کے اختتام پر جب دسمبر کی اکتیس تاریخ ہوتی ہے تو اسے سال کا آخری دن سمجھتے ہوئے نئے سال کی ابتداء کے لئے بعض جگہوں پہ انسان حیوانیت پر اتر آتا ہے ۳۱ دسمبر کی رات کو رنگین کرنے کے لئے کوٹھے آباد ہو جاتے ہیں شراب کے جام گردش میں آ جاتے ہیں اجتماعی دانس پارٹیوں کا اہتمام کیا جاتا ہے وی، سی آر کی دکانوں پہ فلموں کے آرڈر بک ہو جاتے ہیں اور یوں سال کی آخری رات بے حیائی اور فحاشی کے کھیل کھیلتے ہوئے اعمال نامے کو سیاہ کیا جاتا ہے اسی طرح نئے سال کی ابتداء میں پہلا دن بھی ایسے پروگراموں کا شکار ہو جاتا ہے جس قدر کوئی چاہتا ہے کہ وہ گندگی سے اپنے دامن کو خراب کرے کر لیتا ہے جس قدر کوئی چاہتا ہے کہ وہ کھل کر حیا کا پردہ چاک کرے کر لیتا ہے اس سارے عمل کو نام دیا جاتا ہے ہپی نیو ایئر (Happy New Year) کا۔ اسلام میں نئے سال کی ابتداء پر یوں مادر پدر آزاد ہو جانے کی کوئی اجازت نہیں اور المیہ یہ ہے آج ہم پر مغربی ثقافت کا ایسا رنگ چھایا ہے کہ ہم بھول ہی گئے کہ اسلامی سال کی ابتداء محرم کے مہینہ سے ہوتی ہے اور اختتام ذوالحجہ کے مہینہ پر ہوتا ہے۔ ہمارے کیلنڈروں اور ڈائریوں پہ انگریزی تاریخ ہی درج ہوتی ہے دفاتر میں انگریزی تاریخ والا کیلنڈر ملازمین کی تنخواہیں اسی کیلنڈر کے مطابق چھٹیاں بھی ان ہی تاریخوں کے حساب سے گویا کہ اسلامی مہینوں کی تاریخیں محض

رمضان المبارک اور عیدین سے ہی معلق ہو کر رہ گئی ہیں جبکہ اسلامی مہینوں کی بنیاد چاند کے گھٹنے اور بڑھنے پر ہے جس کا ادراک ایک عام ان پڑھ آدمی بھی کرسکتا ہے پھر دوسری طرف اسلامی مہینوں کے نام شریعت نے وضع کئے اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کو ان کی بنیاد قرار دیا گویا کہ اسلامی سال اور مہینوں کا نظام ایک باقاعدہ ترتیب شدہ اور اعلیٰ و معیاری ہے اور ہم ہوش مند مسلمانوں نے معیاری چیز کو چھوڑ کر غیر معیاری اور گھٹیا چیز کو سینے سے لگا لیا۔ عیسائی ثقافت کو اسلامی ثقافت پر ترجیح دی اور پھر ان کی نقالی نے ہم سے غیرت و حیا بھی چھین لی کہ ہم ان کے پیچھے چلتے ہوئے ان ہی کے انداز میں ہپی نیو ایئر کا نعرے لگاتے ہوئے بدن سے کپڑے نوچ کر پھینکنے اور برہنہ ناچ گانوں میں فخر محسوس کرنے لگے۔

مگر یہ راز آخر کھل گیا سارے زمانے پر
حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

پہلے تو نیو ایئر ز ڈے کے نام سے اونچے طبقہ کے لوگوں میں یہ رواج تھا کہ ان کی راتیں آباد ہوتی تھیں ان کے ہاتھ عصمتوں کے تاج بکھیرتے تھے اور ان کے پہلو گرمی سے معمور ہوتے تھے بڑے بڑے خاندانوں میں اداکارائیں اور رقاصائیں اپنے جسم کی نمائش کے لئے منڈی کا مال بنتی تھیں لیکن اب متوسط اور چھوٹے طبقہ میں بھی اپنی استطاعت کے مطابق یہ فریضہ انجام دیا جانے لگا ہے اس لئے کہ جس قوم کے بڑے لوگ گندے ہوں ان کا اثر چھوٹوں پر بھی پڑتا ہے ایسے لوگوں کی خدمت میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ یہ خالص مغربی تہوار ہے جس کے پیچھے تم بھاگ رہے ہو اور اس دن کے منانے میں یہی حال ہے کہ

تمہاری تہذیب اپنے ہی خنجر سے خودکشی کرے گی
شاخ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

اس دن کے منانے میں اسلامی روایات کا مذاق ہے مسلمانیت کے نام پر دھبہ ہے اور پیارے پیغمبر ﷺ کے اس فرمان مبارک کی توہین ہے۔

((خالفوا الیهود والنصارٰی))

''یہود ونصارٰی کی مخالفت کرو۔''

آیئے ذرا اس دن کی تاریخ اور ابتداء کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

ہپی نیوایئر کی تاریخی حیثیت:

تاریخ میں نئے سال کا استقبال مختلف تاریخوں میں ہوتا رہا ہے۔ برطانیہ اور امریکی علاقوں میں ۱۷۵۲ء میں اس کیلنڈر کو اختیار کیا گیا جس کی ابتداء جنوری سے ہوتی تھی چنانچہ جنوری کے پہلے دن کو نئے سال کے طور پر منایا جانے لگا۔ دنیا کی رسومات کے مطابق اس کے منانے کے طریقے مختلف رہے ہیں مثال کے طور پر جنوبی ایشیاء میں پرندے اور فاختائیں آزاد کرتے ہیں اس عقیدہ سے کہ آئندہ بارہ مہینے ان کے لئے اچھے ہوں۔ یہودی لوگ مخصوص کھانوں کے ساتھ مذہبی تقریبات منعقد کرتے ہیں، جاپانی چاولوں کا کیک تیار کرتے ہیں امریکی لوگ ۳۱ دسمبر سے ہی اس کا آغاز کر دیتے ہیں اور بسا اوقات بہروپ بھرتے ہوئے نئے کپڑے پہن کر منہ پر ماسک چڑھا لیتے ہیں لیکن یہ ابتدائی چیزیں تھیں آہستہ آہستہ کھانوں کی جگہ شراب و کباب نے لے لی اور تقریبات نے ڈانس پارٹیوں کا رنگ اختیار کر لیا پھر وہی سب کچھ ہونے لگا جس کا نام بے غیرتی ہے۔

اور آج کل نیوایئر منانے کی ترقی یافتہ شکل یہ ہے کہ راتوں کو عصمتوں کے آبگینے چکنا چور کیے جائیں لاکھوں روپے رقاصاؤں اور آبرو باختہ عورتوں پر لٹائے جائیں غیر ملکی شراب کے گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے بے ہودہ گوئی کی جائے آتش بازی

کے ذریعہ عوام کو تنگ کیا جائے اور افسوس اس بات پر ہے کہ اس قدر جوش وخروش سے یہ تہوار تو وہ بھی نہیں مناتے جنہوں نے اس رسم کو شروع کیا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ ہم نعرے لگاتے ہیں محبّ رسول ﷺ ہونے کے اور بسا اوقات یہ کہتے ہوئے دوسرے کے گریبان کو بھی تھام لیتے ہیں کہ میں تجھ سے زیادہ محبّ رسول ﷺ ہوں لیکن......نقالی ان کی جو دشمن اسلام...... اسلامی روایات کے ازلی دشمن جن کا عزم و ارادہ یہ کہ اسلام کے نام لیواؤں سے مسلمانیت کو چھین لیا جائے۔

لٹ گئی دولت ایماں یہ احساس نہیں
کچھ بھی فرمان محمد ﷺ کا ہمیں پاس نہیں
ہم وہ پہلی سی روش اور ادا بھول گئے
کیا ہیں محبت میں آداب وفا؟ بھول گئے

☆☆☆☆☆☆☆

نیوائیر منانے کے مختلف انداز

یہ انداز مسلمانی

NATIONAL-INTERNATIONAL

DAILY
NAWA-I-WAQT
LAHORE

روزنامہ نوائے وقت لاہور

بانی حمید نظامی مرحوم

ایڈیٹر مجید نظامی

لاہور کراچی راولپنڈی/اسلام آباد اور ملتان سے بیک وقت شائع ہوتا ہے

منگل' 16 شوال المکرم 1422ھ' یکم جنوری 2002ء' 17پوہ' 2058ب (صفحہ 3)

نیوایئر نائٹ پر محفلیں' جام سے جام ٹکراتے رہے

ہوٹلوں اور امراء کے گھروں پر خفیہ محفلیں' ناچ گانا بھی ہوتا رہا

شاہراہ قائداعظم اور فورٹریس سٹیڈیم کے علاقے میں منچلوں کی نعرہ بازی

پاک بھارت کشیدگی اور افغان بھائیوں کی پریشانیوں کے باوجود جشن منانا افسوسناک ہے: عوامی حلقے

☆☆☆☆☆☆☆